

الحمد للہ رب العالمین

مدیرِ اعلیٰ: صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری

بخدمت جمیع برادرانِ اسلام--- السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا اپنا ادارہ، دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف، اللہ تعالیٰ ﷻ کے فضل وکرم، رسول اللہ ﷺ کے لطف وعنایت اور حضرت سیدی فقیہ اعظم مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی قدس سرہ العزیز کی باطنی توجہات سے علوم دینیہ کے فروغ کے لیے مصروف عمل ہے--- اس وقت بحمد اللہ تعالیٰ یہاں سیکڑوں زیر تعلیم طلبہ وطالبات، قدیم وجدید علوم سے مستفیض ہو رہے ہیں، جن کی خوراک، رہائش، علاج، تعلیم، اساتذہ وعملہ کے مشاہرات اور دیگر ضروری لوازمات پر نہایت کفایت شعاری کے باوجود (تعمیراتی اخراجات کے علاوہ) لاکھوں روپے ماہانہ خرچ ہو رہے ہیں---

صرف سٹاف کی تنخواہوں کے لیے چار لاکھ پچھتر ہزار روپے ماہانہ درکار ہوتے ہیں، جب کہ بجلی، گیس اور ایندھن پر تقریباً آٹھ لاکھ روپے ماہانہ صرف ہوتے ہیں--- ادارہ کے بجٹ کا بڑا حصہ طلبہ کی خوراک پر صرف ہوتا ہے، چناں چہ سبزی، گوشت، دال، گھی اور مصالحہ جات پر چھ لاکھ ساٹھ ہزار (660,000) روپے ماہانہ خرچ ہو رہے ہیں--- طلبہ کی خوراک کے لیے تیرہ سو من گندم (مالیتی 33 لاکھ 80 ہزار روپے) اور ناشتہ کے لیے دو سو پچاس من چاول (مالیتی 20 لاکھ روپے) درکار ہوتے ہیں--- متفرق اخراجات سمیت اکتیس لاکھ پچیس ہزار (3,12,5000) روپے ماہانہ اور تین کروڑ پچھتر لاکھ (37,500,000) روپے سالانہ مصارف ہیں---

یہ بات بھی آپ کے علم میں ہوگی کہ طلبہ کی تعلیمی اور رہائشی ضروریات کے لیے تین منزلہ جدید عمارت کا سٹرکچر تیار ہو گیا ہے--- مشرقی جانب کی مکمل عمارت، ضروری تیاری اور فنشنگ کے لیے تقریباً دو کروڑ (20,000,000) روپے مزید درکار ہیں---

اندریں حالات اخراجات میں دار العلوم کو آپ ایسے مخلص، جاں نثار اور اہلِ درد کی توجہ اور دینی جذبہ رکھنے والے مخیّر حضرات کے مالی تعاون کی بے حد ضرورت ہے---

حضرت سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز سے قدیمی تعلق وعقیدت اور علوم اسلامیہ سے محبت کے پیشِ نظر آپ کی اخلاقی و دینی ذمہ داری ہے کہ خصوصی دل چسپی سے اپنے مدرسہ کی بھرپور معاونت فرما کر رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمانانِ گرامی طلبائے کرام کی کفالت میں حصہ لینے کی سعادت حاصل کریں--- آپ کے عطیات (عشر، زکوٰۃ، نقدی، چاول، گندم، مکئی ودیگر غلہ جات اور صدقہ وخیرات) یقیناً آپ کے لیے ذخیرۂ آخرت اور صدقۂ جاریہ ثابت ہوں گے، ان شاء المولیٰ تعالیٰ

والسلام

(صاحب زادہ) محمد محبّ اللہ نوری
مہتمم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف (اوکاڑا)
موبائل نمبر: 0300-4321088

بسم اللہ الرحمن الرحیم قد جآءکم من اللہ نور و کتاب مبین

ھو الحبیب الذی ترجی شفاعتہ
لکل ھول من الاھوال مقتحم

ماہنامہ نور الحبیب بصیر پور

زیرِ ظلِّ عاطفت: فقیہ اعظم حضرت مولانا ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی قدس سرہ
بانی دار العلوم حنفیہ فریدیہ و ماہنامہ نور الحبیب

Regd No. PS/CPL-25
ISSN 1993-4238

جلد: 36 | شمارہ: 11
نومبر 2024ء - جمادی الاولیٰ ۱۴۴۶ھ



مجلس ادارت

- پروفیسر خلیل احمد نوری
- صاحبزادہ محمد نعیم اللہ نوری
- صاحبزادہ محمد فیض المصطفیٰ نوری
- پروفیسر حافظ محمد اعظم نوری
- پروفیسر محمد امین صابر القادری
- صحافی محمد اصغر مجددی

مدیر اعلیٰ
صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری

قانونی مشاورت
- میاں فیض علی ایڈووکیٹ سپریم کورٹ
- صاحبزادہ محمد سعد اللہ نوری ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

مینیجر: مولانا غلام عباس نوری
ایزی پیسہ اکاؤنٹ: 0346-1276516

تزئین: مولانا محمد یوسف نوری

سرورق:



کمپوزنگ: نوری کمپوزنگ سنٹر بصیر پور شریف

نوٹ: جو مستقل قارئین ماہنامہ "نور الحبیب" بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک حاصل کرنا چاہتے ہیں، وہ سالانہ چندہ کے ساتھ مبلغ=/120 روپے مزید بھیجیں، انھیں ہر ماہ رسالہ بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک پوسٹ کر دیا جائے گا --- ان شاء المولیٰ تعالیٰ

E-Mail:
noorulhabibmonthly@gmail.com

ناشر: انجمن حزب الرحمٰن، صبر ور تبلیغ دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور پاکستان

خصوصی چندہ سالانہ: =/5000 روپے
عمومی چندہ سالانہ: =/1000 روپے
فی کاپی: =/90 روپے



ملنے کا پتہ: ماہ نامہ نور الحبیب
بصیر پور ضلع اوکاڑا، پوسٹ کوڈ 56011

www.facebook.com/monthlynoorulhabib
www.facebook.com/hanfiafaridiah
www.facebook.com/mohibnoori

ناشر محمد محب اللہ نوری نے گنج شکر پرنٹرز لاہور سے چھپوا کر دفتر نور الحبیب بصیر پور سے شائع کیا

اس شمارے میں

منظومات



● ادارہ کا مضمون نگار کی آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے ● ماہ نامہ نورالحبیب کا زرِتعاون وقتِ مقررہ پر روانہ فرمائیں ● زرِتعاون ختم ہونے پر دو ماہ بعد رسالہ بند کر دیا جائے گا ● سالانہ چندہ کی رقم بذریعہ منی آرڈر، ایزی پیسہ یا بنک ڈرافٹ بھیجیں ● خط وکتابت کرتے وقت رسالہ کے لفافہ پر درج خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔



یااللہ!

جَلَّ جَلَالُہٗ

فکر اَسفل ہے مری ، مرتبہ اعلیٰ تیرا
وصف کیا خاک لکھے خاک کا پتلا تیرا

طور پر ہی نہیں موقوف اُجالا تیرا
کون سے گھر میں نہیں جلوۂ زیبا تیرا

ہر جگہ ذکر ہے اے واحد و یکتا تیرا
کون سی بزم میں روشن نہیں اِکا تیرا

باغ میں پھول ہوا ، شمع بنا محفل میں
جوشِ نیرنگ در آغوش ہے جلوہ تیرا

نئے انداز کی خلوت ہے یہ اے پردہ نشیں!
آنکھیں مشتاق رہیں ، دل میں ہو جلوہ تیرا

اتنی نسبت بھی مجھے دونوں جہاں میں بس ہے
تو مرا مالک و مولیٰ ہے میں بندہ تیرا

استاذِ زمن علامہ حسن رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ



یارسول اللہ!

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَسَلَّم

اے کہ تھا نوح کو طوفاں میں سہارا تیرا
اور براہیم کو آتش میں بھروسا تیرا

اے کہ مشعل تھا ترا عالم ظلمت میں وجود
اور نورِ نگہِ عرش تھا سایہ تیرا

اے کہ پرتو ہے ترے ہاتھ کا مہتاب کا نور
چاند بھی چاند بنا پا کے اشارا تیرا

گرچہ پوشیدہ رہا حسن ترا پردوں میں
ہے عیاں معنیٔ ''لولاک'' سے پایہ تیرا

ناز تھا حضرتِ موسیٰ کو یدِ بیضا پر
سو تجلی کا محل نقشِ کفِ پا تیرا

چشمِ ہستی صفتِ دیدۂ اعمیٰ ہوتی
دیدۂ ''کُن'' میں اگر نور نہ ہوتا تیرا

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ
(9/نومبر 1877ء---21/اپریل 1938ء)



انوار القرآن

درود وسلام

علامہ محمد شریف نوری رحمۃ اللہ علیہ

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَ یُّـھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًاo---[الاحزاب،۳۳:۵۶]

''بے شک اللہ تعالیٰ اوراس کے فرشتے نبی کریم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اے اہلِ ایمان! تم بھی ان پر درود بھیجواور خوب اچھی طرح سلام پڑھو''---

''صلوٰۃ''باب تفعیل سے مصدر ہے، صَلّٰی یُصَلِّیْ تَصْلِیَۃً وَّ صَلٰوۃً،اس کے متعدد معانی میں سے دو معنی زیادہ مشہور ہیں؛ نماز پڑھنا اور درود پڑھنا۔

سورۂ احزاب کی تلاوت شدہ آیۂ کریمہ میں ''صلوٰۃ'' کے معنی درود شریف پڑھنے کے ہیں۔ اس آیۂ کریمہ میں صَلُّوْا اور سَلِّمُوْا امر کے صیغے واقع ہوئے ہیں،جس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود وسلام پڑھنا واجب ہے۔

جب درود شریف کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم ﷺ پر رحمتیں اور برکتیں نازل فرماتا ہے، ملائکہ اور اہلِ ایمان کے درود پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ سے دعا کرتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ ---

''یا اللہ! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر رحمتیں اور برکتیں نازل فرما''---

سرورِ ہر عالم ﷺ کے امت پر بے پناہ احسانات ہیں،جن کا کما حقہٗ شکر ادا نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے ہم اپنی عاجزی اور بے بسی کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ ---

''اے اللہ! اپنے حبیب پر درود وسلام، یعنی خاص رحمت نازل فرما''---

اب دیکھنا یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے:

وَ مَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ--- [الانبیاء،۲۱:۱۰۷]

وَ لَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی ۝ وَ لَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی۝---

[الضحیٰ،۹۳:۴-۵]

وہ خود مجسم رحمت ہیں، ان کی ہر آئندہ ساعت گزشتہ ساعت سے بدر جہا بلند و بالا ہے اور ان پر اللہ تعالیٰ کی عطا کا یہ عالم ہے کہ وہ اس کی عنایات اور انعامات پر راضی ہو گئے ہیں۔ تو پھر وہ ہماری دعاؤں اور درود وسلام کے کب محتاج ہیں؟ جب ان پر اللہ تعالیٰ درود بھیجتا ہے تو پھر انہیں فرشتوں اور بندوں کے درود کی کیا حاجت ہے؟

اس سلسلے میں علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی، علامہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر، علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح البیان، علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر درّ منثور اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی کے علاوہ کثیر مفسرین، محدثین اور علماءِ امت رحمۃ اللہ علیہم نے دو باتیں بیان فرمائی ہیں:

ایک یہ کہ درود شریف پڑھنے کا فائدہ اس کے پڑھنے والے کو ہوتا ہے۔ حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے:

''جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، اس کے دس گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اور دس نیکیاں بڑھادی جاتی ہیں''---

صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن ترمذی میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں عرض کیا، یا رسول اللہ! میں کثرت سے دعائیں مانگتا ہوں، اس سے کتنا وقت آپ پر درود شریف پڑھنے کے لیے وقف کروں؟ آپ نے فرمایا، جتنا تم چاہو، میں نے عرض کیا، چوتھائی؟ آپ نے فرمایا، جتنا تم چاہو، اگر زیادہ کرو تو تمہارا ہی فائدہ ہے۔ میں نے عرض کیا، کیا آدھا؟ فرمایا، جتنا تم چاہو، اگر اور زیادہ کر لو تو تمہارے لیے بہتر ہے، پھر میں نے عرض کیا، دو تہائی؟ فرمایا، جتنا تم چاہو، اگر تم زیادہ کرو تو تمہارا ہی فائدہ ہے۔ میں نے عرض کیا، اب میں اپنا پورا وقت آپ پر درود وسلام پڑھنے میں صرف کروں گا۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''تمہارے تمام فکر دور ہو جائیں گے اور تمہاری تمام خطائیں معاف کر دی

جائیں گی''---

حضرت سیدنا امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''درود شریف دعا کے لیے ''پر'' کی حیثیت رکھتا ہے''---

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کمال شفقت ومحبت سے ہمیں اس کام میں شامل فرمالیا، جسے وہ خود اور اس کے فرشتے کرتے ہیں۔ درود وسلام ایسی دعا ہے جو یقیناً اور فوری طور پر قبول ہوجاتی ہے۔ سنن دارمی میں ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

إِنَّ لِلّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ فِی الْاَرْضِ مَلَائِکَۃً سَیَّاحِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ عَنْ أُمَّتِی السَّلَامَ---[المعجم الکبیر الطبرانی، ح۱۰۵۲۸]

''اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے زمین پر پھرتے رہتے ہیں اور مجھ کو میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں''---

دوسری حدیث پاک یہ ہے، اس کو ابن قیم جوزی نے جلاء الافہام فی مسائل الصلوٰۃ والسلام میں طبری کے حوالے سے نقل کیا ہے، حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

أَکْثِرُوا الصَّلَاۃَ عَلَیَّ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَإِنَّہٗ یَوْمٌ مَّشْھُوْدٌ تَشْھَدُہُ الْمَلَائِکَۃُ لَیْسَ مِنْ عَبْدٍ یُّصَلِّیْ عَلَیَّ إِلَّا بَلَغَنِیْ صَوْتُہٗ حَیْثُ کَانَ قُلْنَا وَ بَعْدَ وَفَاتِکَ ؟ قَالَ وَ بَعْدَ وَفَاتِیْ، إِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ أَنْ تَأْکُلَ أَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ---[ج۱،ص۱۲۷]

''جمعہ کے دن مجھ پر زیادہ درود پڑھا کرو، یہ قبولیت کا دن ہے، اس دن فرشتے بھی موجود ہوتے ہیں، جو شخص جہاں کہیں بھی ہو، مجھ پر درود پڑھے تو اس کی آواز مجھ تک پہنچ جاتی ہے۔ راوی کہتے ہیں، ہم نے عرض کیا، اور آپ کے وصال کے بعد بھی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، وصال کے بعد بھی، اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے''---

اس سلسلے کی تیسری حدیث علامہ فاسی رحمۃ اللہ علیہ نے مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں بیان کی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا، جو لوگ آپ سے دور ہیں یا بعد میں پیدا ہوں گے، ان کے درود شریف کا کیا حال ہوگا؟ آپ نے فرمایا:

اَسْمَعُ صَلَاۃَ اَھْلِ مَحَبَّتِیْ وَ اَعْرِفُھُمْ ---[ص۱۵۹]

''اہلِ محبت کا درود میں خود سنتا ہوں اور انہیں پہچانتا ہوں''---؟؟؟

''مجھ سے محبت رکھنے والا جہاں کہیں بھی ہو، میں اس کا درود خود سنتا ہوں''---

حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں، میں ایک سفر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تھا، میں نے دیکھا:

فَمَا اسْتَقْبَلَہٗ جَبَلٌ وَّ لَا شَجَرٌ اِلَّا وَ ھُوَ یَقُوْلُ : اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ---[سنن ترمذی، ح ۳۶۲۶]

''ہر پتھر اور ہر درخت آپ پر درود وسلام پڑھتا تھا''---

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

شبِ معراج نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تین تحفے پیش کیے:

❶ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ ❷ وَ الصَّلَوَاتُ ❸ وَ الطَّیِّبَاتُ---

اور اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے تین تحفے عطا فرمائے:

❶ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ أَیُّھَا النَّبِیُّ ❷ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ ❸ وَ بَرَکَاتُہٗ---

سلام، رحمت اور برکت؛ ان تینوں کو ہمارے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امت پر تقسیم کرتے ہوئے فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ---

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سید ہر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے، جو شخص یہ درود پاک پڑھے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ أَنْزِلْہُ الْمَنْزِلَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَکَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ---[الشفا بتعریف حقوق المصطفی، فصل فی فضیلۃ الصلاۃ]

تو اس کی شفاعت کرنا مجھ پر ضروری ہو جاتا ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''وہ شخص سخت ناشکر گزار ہے، جس کے پاس میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود وسلام نہ پڑھے''---

ان احادیثِ طیبہ سے معلوم ہوا کہ درود پاک تمام برکتوں، رحمتوں اور بھلائیوں کا خزینہ ہے، نورانیت وخوش نصیبی کا زینہ ہے اور شفاعت ومغفرت کا گنجینہ ہے۔

وَ آخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

[ریڈیو پاکستان، نشری تقریریں، 22-اگست 1967ء]



ہجری سال کے مہینے "ربیع الآخِر" اور "جُمادَی الآخِرَۃ" کا صحیح تلفظ کیا ہے؟

مولانا محمد جاوید

ہجری سال کے چوتھے اور چھٹے مہینے "ربیع الآخِر" اور "جُمادَی الآخِرَۃ" کا صحیح اور فصیح تلفظ کیا ہے؟ اور ان میں سے کون سا تلفظ قواعد کے موافق ہے؟
ذیل میں اس حوالے سے تفصیلی بحث کر کے صحیح اور فصیح تلفظ کی نشان دہی کی گئی ہے، نیز اکابر علماءِ کرام کی عبارات میں مذکورہ دو مہینے کے لیے جو تلفظ قواعد کے خلاف استعمال ہوا ہے، اس کی بھی ممکنہ صحیح توجیہ کی گئی ہے۔

مذکورہ دو مہینوں کے لیے عام محاورے میں جو نام لکھے اور بولے جاتے ہیں، ان میں سے چند ایک حسبِ ذیل ہیں:

❶ ربیع الآخِر، ❷ ربیع الثانی

❶ جمادی الآخِرۃ، ❷ جمادی الاخریٰ، ❸ جمادی الثانی، ❹ جمادی الثانیۃ

اس سلسلے میں متعدد مستند کتبِ لغت دیکھنے اور عربی اُصول وقواعد کی روشنی میں جائزہ لینے کے بعد ہم جس نتیجہ تک پہنچے ہیں، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ربیع الاوّل کے بعد والے مہینے کا صحیح اور فصیح نام ربیع الآخِر ہے، ربیع الثانی نہیں۔ اور جُمَادیٰ والے دوسرے مہینے کا صحیح اور فصیح نام جُمادَی الآخِرَۃ ہے اور لفظِ جُمادی کی جیم پر ضمہ، دال پر فتحہ اور آخر میں الف مقصورہ ہے اور لفظِ الآخِرۃ کی خا پر کسرہ ہے۔ تاہم چونکہ یہ فرق اصطلاحی اور فنی اعتبار سے ہے،

اس پر کسی فقہی حکم کا مدار نہیں؛ اس لیے عرف اور تعامل کی بنیاد پر ربیع الثانی یا جمادی الاُخریٰ الفاظ استعمال کرنے کی بھی گنجائش ہے۔ ذیل میں مذکورہ بالا اجمال کی تفصیل اور اس کے دلائل پیش کیے جاتے ہیں:

❶...... صحیح اور فصیح نام ربیع الآخِر، جمادی الآخِرۃ ہے، نہ کہ ربیع الثانی، جمادی الاخریٰ۔

الف...... معتبر کتبِ لغت میں ان دو مہینوں کے لیے جو نام درج ہے، وہ ربیع الآخر، جمادی الآخرۃ ہے۔

ب...... عربی اصول وقواعد کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جمادیٰ الآخرۃ ہونا چاہیے، نہ کہ جمادی الاخریٰ، کیوں کہ جمادی الآخرۃ میں لفظِ آخرۃ یہ ضد اور مقابل ہے لفظِ اولیٰ کی، جس طرح کہ اس سے پہلے دو مہینے ربیع الاوّل اور ربیع الآخر میں اوّل وآخر ایک دوسرے کی مقابل اور ضد ہیں، اسی طرح یہاں جمادی الاولیٰ اور جمادی الآخرۃ میں اولیٰ وآخرۃ باہم متضاد ومتقابل ہیں۔ اور اوّل کی تانیث اولیٰ آتی ہے؛ کیونکہ اسم تفضیل واحد مؤنث کا وزن فُعْلٰی ہے۔ تاج العروس، شرح قاموس (۵۱۹/۷) کی عبارت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ صحیح ودرست نام جُمَادَی (جیم کے ضمہ اور دال کے فتحہ کے ساتھ) ہے، وہیں یہ باتیں بھی معلوم ہوئیں کہ: جُمادی الاولی اور جُمادی الآخرۃ یہ دونوں عربی مہینوں کے عَلَم (نام) ہیں۔ دونوں ناموں میں جُمادَی کی دال پر فتحہ ہے، کوئی اور حرکت نہیں۔ جمادی الاولی اور جمادی الآخرۃ مونث ہیں اور ان دونوں کے علاوہ سارے عربی مہینوں کے نام مذکر ہیں۔

ج...... آخِرۃ یہ 'خا' کے کسرہ کے ساتھ آخِرٌ کی تانیث ہے؛ کیونکہ آخِر فاعِلٌ کے وزن پر اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے، اور اوّل کی ضد ہے، جس کا معنی پچھلا اور آخری ہے، تو اس کی تانیث آخِرۃٌ بروزن فاعِلۃٌ آئے گی۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

ھُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ --- [الحدید، ۵۷:۳]

اس (آخِرٌ) سے ملتا جلتا ایک لفظ آخَر / الآخَر (خا کے فتحہ کے ساتھ) ہے، اس کی مونث فُعلٰی کے وزن پر اُخریٰ آتی ہے۔ اور اس کے معنی ایک اور، دوسرا، اور غیر وغیرہ آتے ہیں، چنانچہ کہا جاتا ہے: ثوبٌ آخَر (دوسرا کپڑا) پس ثابت ہوا کہ اُخریٰ اور آخِرۃ دو الگ الگ لفظ ہیں، اور دونوں کا معنی بھی الگ ہے کہ آخِرٌ اوّل کا مقابل اور آخری کے معنی میں ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰیo---[الضحیٰ،۹۳:۴]

آیت ہذا میں آخرۃ کے مقابل اور ضد کے طور پر لفظِ اولیٰ آیا ہے۔ جب کہ اُخریٰ کا لفظ ایک اور، غیر اور دوسرا کے معنی میں آتا ہے، یہ اوّل کا مقابل نہیں ہے اور نہ ہی آخری ہونے پر یہ دلالت کرتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

وَلِیَ فِیْھَا مَاٰرِبُ اُخْرٰیo---[طٰہٰ،۲۰:۱۸]

اور

وَ لَقَدْ مَنَنَّا عَلَیْکَ مَرَّۃً اُخْرٰیo---[طٰہٰ،۲۰:۳۷]

مذکورہ بالا آیات میں اُخریٰ کا لفظ دوسرا، اور ''ایک اور'' کے معنی میں ہی استعمال ہوا ہے۔

❷......اسی طرح جمادی الآخِرۃ کے بجائے جمادی الثانی یا جمادی الثانیۃ لکھنا اور بولنا بھی درست نہیں ہے۔

الف......کیونکہ: جب جمادی الاخریٰ کی اجازت نہیں تو جمادی الثانی کی بطریقِ اولیٰ اجازت نہیں ہونی چاہیے۔

ب......نیز جُمادی الثانی یہ مرکب توصیفی ہے، جمادیٰ موصوف اور الثانی اس کے لیے صفت ہے، موصوف اور صفت میں تذکیر و تانیث کے اعتبار سے مطابقت ہونا ضروری ہے (یعنی اگر موصوف مذکر یا مونث ہے، تو صفت کا بھی مذکر یا مونث ہونا ضروری ہے) جب کہ یہاں مطابقت مفقود ہے؛ کیونکہ جُمادیٰ مونث ہے اور الثانی مذکر ہے۔

نیز جمادی الآخِر کہنا، یا جمادی الاوّل کہنا بھی درست نہیں؛ کیوں کہ ایسی صورت میں بھی موصوف وصفت کے درمیان تذکیر و تانیث میں مطابقت نہیں ہے۔

البتہ اس قاعدہ کی رو سے تو بظاہر جمادی الثانیۃ درست معلوم ہوتا ہے، لیکن حقیقت میں وہ بھی درست نہیں، اس کی وجہ آگے مستقل آرہی ہے۔

ج......اہلِ عرب لفظ الثانی اور الثانیۃ کا استعمال وہاں کرتے ہیں، جہاں اس کے لیے کوئی ثالث ثالثۃ بھی ہو (یعنی تیسرا فرد بھی ہو)، اور چوں کہ ربیع اور جُمادی کا کوئی ثالث، ثالثۃ نہیں ہے؛ لہٰذا یہاں ربیع اور جُمادیٰ کے ساتھ الثانی اور الثانیۃ کا استعمال، اہلِ عرب کے اصول کے خلاف ہونے کی وجہ سے درست معلوم نہیں ہوتا ہے۔

اس کی تائید سورۃ الاسراء کی آیت نمبر ۵ اور ۷ سے بھی ہوتی ہے، مذکورہ آیاتِ مبارکہ میں اُوْلٰھُمَا کے مقابلہ میں وَعْدُ الْاٰخِرَۃِ لایا گیا، نہ کہ وَعْدُ الثَّانِیَۃِ۔

❸ ......اب رہی یہ بات کہ اگر کوئی ربیع الآخِر اور جُمادَی الآخِرۃ کے بجائے ربیع الثانی اور جمادی الاُخریٰ ہی استعمال کرے تو آیا اس کی گنجائش ہے یا نہیں؟

تو اس سلسلے میں یہ عرض ہے کہ چونکہ ربیع الآخِر اور جُمادَی الآخِرۃ علم ہے اور اَعلام میں کسی بھی قسم کی تبدیلی کرنا تحریف کے زمرے میں آتا ہے، جو کہ ناجائز ہے، چنانچہ نحو إتقان الكتابة باللغة العربية (ص ۹۶) میں ہے:

و فيما يلي اسماء الشهور العربية، و هي اعلامٌ على هٰذه الشهور لا يجوز تحريفها---

''اسلامی مہینوں کے جو نام ہیں وہ ان مہینوں کے اَعلام ہیں، ان میں تحریف جائز نہیں''---

مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ اصولِ عربیت کے لحاظ سے صحیح اور فصیح علم ربیع الآخِر اور جُمادَی الآخِرۃ ہے۔ اور چوں کہ اعلام میں تصرف و تغیر منع ہے؛ اس لیے جمادی الاُخریٰ یا جمادی الآخِر یا جمادی الثانیة یا جمادی الثانی یا جمادیٰ الآخَرۃ نیز ربیع الآخِر کو ربیع الثانی لکھنے اور بولنے سے اجتناب کرنا چاہیے، اور صحیح تلفظ ربیع الآخِر اور جُمادَی الآخِرۃ ہی لکھنے اور بولنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

❹ ...... جہاں تک بات ہے عباراتِ اکابر کی (جن میں ان دو مہینوں کے لیے جمادی الاخریٰ اور ربیع الثانی استعمال ہوا ہے)، تو اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ اگرچہ لغت اور اصولِ عربیت کے لحاظ سے صحیح اور فصیح لفظ ربیع الآخر اور جمادی الآخرۃ ہے، تاہم تفسیر روح البیان میں علامہ ابن الکمال سے ایک قول منقول ہے کہ جمادی الاخریٰ کہنا بھی صحیح ہے۔ اسی طرح علامہ زکریا انصاری (المتوفی ۹۲۶ھ) نے ربیع الثانی کے بارے میں ایک قول جواز کا نقل کیا ہے، اس لیے بہت ممکن ہے کہ جن حضرات کی عبارات میں ان دو مہینوں کے لیے جمادی الاخریٰ اور ربیع الثانی وغیرہ کے صیغے استعمال ہوئے ہیں، ان کے پیشِ نظر علامہ ابن الکمال اور علامہ زکریا انصاری رحمۃ اللہ علیہما کا قولِ مذکور ہو۔

نیز چونکہ یہ فرق اصطلاحی اور فنی اعتبار سے ہے، جیسا کہ اوپر ذکر کردہ تفصیل سے معلوم ہوا، اور اس پر کسی فقہی حکم کا مدار بھی نہیں ہے؛ اس لیے بظاہر ان حضرات نے عرف اور تعامل کی بنیاد پر ربیع الثانی یا جمادی الاُخریٰ کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ وَاللہُ اَعْلَمُ بِالصَّواب



عُشر

مولانا مفتی محمد شہزاد نوری حنفی

زمین کی پیداوار کی زکوٰۃ کو عشر کہتے ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَ اٰتُوْا حَقَّہٗ یَوْمَ حَصَادِہٖ---[الانعام، ۶:۱۴۱]

''کھیتی کٹنے کے دن اس کا حق ادا کرو''---

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

''جس زمین کو آسمان یا چشموں نے سیراب کیا یا عشری ہو، یعنی نہر کے پانی سے اسے سیراب کرتے ہوں، اس میں عشر ہے اور جس زمین کے سیراب کرنے کے لیے جانور پر پانی لاد کر لاتے ہوں اس میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ ہے''---

[بخاری شریف، ج:۱، ص:۲۰۱، قدیمی کتب خانہ، کراچی]

''عشر'' یا ''نصف عشر'' سال میں جتنی بار فصل ہوگی اتنی مرتبہ ہی ادا کرنا واجب ہوگا۔ ہر پیداوار پر عشر واجب ہے، چاہے وہ فصل گھریلو استعمال کے لیے ہو یا تجارت کے لیے۔

عشر یا نصف عشر کی وضاحت

اگر پانی کسی کی ملک ہو اور اس سے خرید کر یا ڈول وغیرہ سے کھینچ کر اپنی محنت سے کھیتوں کو دیا ہو، تو ایسی فصل میں نصف عشر واجب ہوگا، یعنی بیسواں حصہ اور اگر پانی خریدا نہ ہو یا محنت کے بغیر حاصل ہوا ہو، مثلاً بارش سے فصل کو سیراب کیا جائے تو کامل عشر واجب ہوگا، یعنی دسواں حصہ۔ [عامہ کتبِ فقہ]

پہلے دَور میں نہروں کا پانی بالکل مفت تھا تو اس کا حکم بارش کے پانی والا تھا، لیکن فی زمانہ نہر سے پانی دینے کی صورت میں حکومت معاملہ کے نام سے مخصوص قیمت لیتی ہے اور ٹیوب ویل سے قیمت لگا کر پانی حاصل کیا جاتا ہے، اسی طرح کنوؤں سے پانی اپنی محنت یا جانوروں کی محنت یا موٹر وغیرہ آلات لگا کر نکالا جاتا ہے، جس میں محنت و قیمت یا فقط قیمت کا وجود ہوتا ہے اور ان سب صورتوں میں نصف عشر واجب ہوتا ہے، یعنی فصل کا بیسواں حصہ بطورِ عشر اللہ تعالیٰ کے رستے میں دینا فرض ہے۔

اپنی مرضی سے اُگائی جانے والی ہر فصل، چاہے وہ انسانوں کے کھانے کی فصل ہو، استعمال کے لیے ہو، بیچ کر پیسے حاصل کرنے کے لیے یا جانوروں کے چرنے کی ہو، اس کی کل رقم سے عشر دیا جائے گا، اخراجات نکالنے کی اجازت نہیں ہے۔ جیسا کہ ردّ المحتار میں ہے:

(قَوْلُہٗ : بِلَا رَفْعِ مُؤَنٍ) أَیْ یَجِبُ الْعُشْرُ فِی الْاَوَّلِ وَ نِصْفُہٗ فِی الثَّانِیْ بِلَا رَفْعِ أُجْرَۃِ الْعُمَّالِ وَ نَفَقَۃِ الْبَقَرِ وَ کَرْیِ الْاَنْھَارِ وَ أُجْرَۃِ الْحَافِظِ وَ نَحْوِ ذٰلِکَ--- [ردّ المحتار علی الدر المختار، ج:٦،ص:٣٩]

جس کا حاصل یہ ہے کہ جس چیز میں عشر یا نصف عشر واجب ہو اس میں کل پیداوار کا عشر یا نصف عشر دیا جائے گا۔ کام کرنے والوں کی اجرت، ہل بیل کا خرچ، نہر کا کرایہ، حفاظت کرنے والوں کی اُجرت اور اس کی مثل جیسے کھاد، سپرے اور بیج وغیرہ کا خرچہ نہیں نکالا جائے گا۔

سال میں ایک سے زیادہ بار فصل ہوئی تو ہر بار عشر دینا واجب ہے

سال میں ایک سے زیادہ بار حاصل ہونے والی فصل پر عشر کے بارے علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

لَوْ أَخْرَجَتِ الْاَرْضُ مِرَارًا وَجَبَ فِی کُلِّ مَرَّۃٍ لِاِطْلَاقِ النُّصُوْصِ عَنْ قَیْدِ الْحَوْلِ وَلِاَنَّ الْعُشْرَ فِی الْخَارِجِ حَقِیْقَۃً فَیَتَکَرَّرُ بِتَکَرُّرِہٖ---

[ردّ المختار، کتاب الزکوٰۃ بالعشر، ج:٣،ص:٣١٣، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ]

''اگر زمین سے بار بار فصل نکلی ہو تو ہر بار عشر واجب ہے کیونکہ اس بارے میں نصوص سال کی قید سے مطلق ہیں اور حقیقتاً عشر نکلنے والی چیز پر ہوتا ہے، تو نکلنے

والی چیز کے تکرار سے وجوب بھی متکرر ہوگا“---

حصہ (بٹائی) پر کاشت کی گئی فصل کا عشر

عشری زمین مزارعت (بٹائی، حصے) پر دی ہے، تو اس صورت میں مالک زمین اور مزارع دونوں پر اپنے اپنے حصے کے مطابق عشر ادا کرنا واجب ہے۔فتاویٰ شامی میں ہے:

أَنَّ الْمُزَارَعَةَ جَائِزَةٌ عِنْدَهُمَا وَ الْعُشْرُ يَجِبُ فِي الْخَارِجِ وَ الْخَارِجُ بَيْنَهُمَا فَيَجِبُ الْعُشْرُ عَلَيْهِمَا---[شامی، ج:۳،ص:۳۲۷، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ]

”تحقیق صاحبین کے ہاں مزارعت جائز ہے اور نکلنے والی چیز پر عشر واجب ہے اور جو چیز نکلتی ہے، وہ (مزارع اور زمین دار) کے درمیان ہوتی ہے، پس عشر دونوں پر (اپنے اپنے حصے کے مطابق) واجب ہے“---

ٹھیکے والی زمین کے عشر کی تفصیل

اس مسئلے کو قدرے تفصیل سے عرض کروں گا، کیونکہ فی زمانہ اس کا رواج عام ہے اور اخراجات کی بھر مار کی وجہ سے مستاجر انتہائی پریشان ہے۔

کرائے (ٹھیکے) پر دی ہوئی زمین کی فصل کا عشر کاشت کار یا مالک زمین کے ذمہ ہونا ایک اجتہادی مسئلہ ہے۔اس میں امام اعظم ابوحنیفہ اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہم کی مختلف آراء ہیں، امام صاحب کے نزدیک عشر مالکِ زمین پر واجب، جب کہ صاحبین کے نزدیک کاشتکار پر۔

مبسوط للسرخسی میں ہے:

رَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَرْضًا مِّنْ أَرْضِ الْعُشْرِ وَ زَرَعَهَا قَالَ عُشْرُ مَا خَرَجَ مِنْهَا عَلَى رَبِّ الْأَرْضِ .... فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ وَ قَالَ أَبُو يُوسُفَ وَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالَى الْعُشْرُ فِي الْخَارِجِ عَلَى الْمُسْتَأْجِرِ، وَجْهُ قَوْلِهِمَا أَنَّ الْوَاجِبَ جُزْءٌ مِّنَ الْخَارِجِ وَ الْخَارِجُ كُلُّهُ لِلْمُسْتَأْجِرِ فَكَانَ الْعُشْرُ عَلَيْهِ، .... وَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى يَقُولُ: وُجُوبُ الْعُشْرِ بِاعْتِبَارِ مَنْفَعَةِ الْأَرْضِ وَ الْمَنْفَعَةُ سَلِمَتْ لِلْآجِرِ؛ لِأَنَّهُ اسْتَحَقَّ بَدَلَ الْمَنْفَعَةِ، وَ هِيَ الْأُجْرَةُ وَ حُكْمُ الْبَدَلِ حُكْمُ الْأَصْلِ---

[المبسوط للسرخسی، ج۳،ص۶، طبع مکتبہ رشیدیہ]

اس کا مفہوم یہ ہے کہ ”صاحبین کے نزدیک اس کا عشر کاشت کار کے ذمہ

لازم ہوگا، کیونکہ عشر پیداوار پر ہوتا ہے اور یہاں پیداوار کا مالک کاشت کار ہے نہ کہ مالکِ زمین، جب کہ امام صاحب کے نزدیک ٹھیکے والی زمین کا عشر مالکِ زمین کے ذمہ ہے، کیونکہ جو اس نے ٹھیکہ وصول کیا وہ زمین کی منفعت ہے اور منفعت پر ہی عشر لازم ہوتا ہے (ٹھیکے کی رقم، زمین کی پیداوار کا بدل ہے اور بدل کے لیے وہی حکم ہوتا ہے جو مبدل منہ کا ہوتا ہے)''---

فقہاءِ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اپنے اپنے علاقے اور زمانے کو دیکھ کر فتویٰ دیا، جن کے ہاں مالکِ زمین کو زیادہ فائدہ ہوتا تھا انہوں امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیا کہ مالکِ زمین عشر ادا کرے اور جن کے زمانہ میں کاشت کار کو زیادہ نفع تھا، انہوں نے صاحبین کے قول پر فتویٰ دیا کہ کاشت کار عشر ادا کرے۔ لیکن آج کے دور میں حالات یکسر بدل چکے ہیں، پہلے دَور میں زمینوں کا کرایہ بالکل معمولی سا ہوتا تھا، ایک دو بوری گندم یا بھینس، بکری کے دودھ کے بدلے کئی ایکڑ اراضی مل جاتی تھی اور کھاد، سپرے، ٹریکٹر وغیرہ کا خرچہ تو بالکل نہیں تھا، آج لاکھوں روپیہ کرایہ اور کھاد، سپرے سمیت مشینری کا خرچہ بھی لاکھوں میں چلا جاتا ہے، اس لیے فتویٰ امام صاحب کے قول پر دیا جاتا ہے۔

شہروں میں تشریف فرما مفتیانِ کرام سے گزارش ہے کہ گاؤں دیہات یا چھوٹے شہروں میں زندگی گزارنے اور زمین داروں کو قریب سے جاننے والے فقہاء ومفتیانِ کرام کے فتاویٰ پر توجہ فرمائیں، انہوں نے حالات کی تبدیلی کو آنکھوں سے دیکھ کر امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر فتویٰ دیا ہے جو کہ حالات وزمان کے عین مطابق ہے۔

فتاویٰ نوریہ، جلد ۲ میں حضرت فقیہ اعظم مفتی محمد نور اللہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ ٹھیکے سے ملنے والی رقم میں سے عشر ادا کرنے کے بارے فرماتے ہیں:

''جو زمین نقد رقم وصول کر کے ٹھیکہ پر دی جاتی ہے وہ نقد رقم زمین کی پیداوار شمار ہوتی ہے، لہٰذا اس سے بھی دوسری پیداوار غلہ وغیرہ کی طرح عشر دینا لازم ہے، فتاویٰ عالم گیری میں ہے:

وَلَوْ آجَرَ أَرْضًا عُشْرِيَّةً كَانَ الْعُشْرُ عَلَى الْآجِرِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى ---[فتاویٰ نوریہ، ج ۲، ص ۱۴۹، ناشر: دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف، اوکاڑا]

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ امام صاحب کے قول پر ہے، اسی طرح عہد قریب کے عظیم فقیہ ڈاکٹر وہبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی و ادلّتہ میں فرماتے ہیں:

زكاة الأرض على المؤجر؛ لأنه من مؤنتها فهي كالخراج الموظّف؛ لأن بدله و هو الأجرة له، فصار كأنه زارع بنفسه، و لأن الأرض أصل الوجوب، و خالفه الصاحبان، فقالوا: الزكاة على المستأجر؛ لأن العشر يجب في الخارج، و الخارج ملك المستأجر، فكان العشر عليه كالمستعير، لكن الفتوىٰ على قول الإمام، و عليه العمل؛ لأنه ظاهر الرواية---[الفقه الاسلامی و ادلته، ج۲، ص۷۳۶، طبع مکتبہ رشیدیہ]

"امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اجرت پر دی گئی زمین کا عشر مؤجر (مالکِ زمین) کے ذمہ ہے، کیونکہ اجرت زمین کے منافع میں سے ہے کہ یہ اُجرت پیداوار کا بدل ہے، تو گویا یہ ایسے ہوگیا جیسے اس نے خود ہی فصل کاشت کی ہو، اور اس لیے کہ عشر واجب ہونے کی اصل وجہ زمین ہے (اور اس کا مالک مؤجر ہے) صاحبین فرماتے ہیں: عشر کاشت کار کے ذمہ لازم ہے، کیونکہ عشر پیداوار پر ہوتا ہے اور وہ کاشت کار کی ملکیت ہے، لیکن فتویٰ امام صاحب کے قول پر ہے (یعنی عشر زمین کا مالک دے گا) اور اسی پر عمل ہے، کیونکہ یہی ظاہر الروایۃ ہے"---

امام ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زمانہ کے حالات کے مطابق صاحبین رحمہما اللہ کے قول کو اختیار کیا، جب کہ زیادہ نفع کاشت کار کو ہوتا تھا لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرمایا:

لٰكِنْ أَفْتٰى بِقَوْلِ الْإِمَامِ جَمَاعَةٌ مِّنَ الْمُتَأَخِّرِيْنَ كَالْخَيْرِ الرَّمْلِيِّ فِيْ فَتَاوَاهُ وَ كَذَا تِلْمِيْذُ الشَّارِحِ الشَّيْخُ إِسْمَاعِيْلُ الْحَائِكُ مُفْتِيْ دِمَشْقَ، وَ قَالَ حَتّٰى تَفْسُدَ الْإِجَارَةُ بِاشْتِرَاطِ خَرَاجِهَا أَوْ عُشْرِهَا عَلَى الْمُسْتَأْجِرِ كَمَا فِي الْأَشْبَاهِ، وَ كَذَا حَامِدٌ أَفَنْدِي الْعِمَادِيُّ، .... فَإِنَّ قَاضِيْ خَانْ مِنْ أَهْلِ التَّرْجِيْحِ فَإِنَّ مِنْ عَادَتِهِ تَقْدِيْمَ الْأَظْهَرِ وَ الْأَشْهَرِ وَ قَدْ قَدَّمَ قَوْلَ الْإِمَامِ فَكَانَ هُوَ الْمُعْتَمَدَ، وَ أَفْتٰى بِهِ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ زَكَرِيَّا أَفَنْدِيْ شَيْخُ الْإِسْلَامِ .... وَ قَدِ اقْتَصَرَ عَلَيْهِ فِي الْإِسْعَافِ وَ الْخَصَّافِ---

[رد المحتار علی الدر المختار، ج۳، ص۳۲۶، طبع رشیدیہ]

”لیکن متأخرین کی ایک جماعت نے امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیا ہے جیسا کہ، خیر رملی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ اسماعیل حائک کے شاگرد جوکہ مفتیٔ دمشق ہیں، اور خیر رملی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں تک فرمایا کہ اگر عشر کاشت کار پر لازم کیا جائے تو اجارہ ہی فاسد ہو جائے گا۔ اسی طرح الاشباہ میں ہے؛ اسی قول پر حامد آفندی نے فتویٰ دیا، اور بے شک قاضی خان جوکہ اہلِ ترجیح میں سے ہیں، ان کی عادت ہے کہ وہ اظہر واشہر قول کو مقدم کرتے ہیں، انہوں نے امام صاحب کے قول کو مقدم کیا ہے، پس امام صاحب کا قول معتمد ہے، اس کے علاوہ بہت سے علماء نے امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیا، جیسے کہ شیخ الاسلام زکریا أفندی، اور شیخ الاسلام عطاء اللہ أفندی نے تو اپنی کتاب الاسعاف والخصاف میں صرف امام صاحب کے قول پر اکتفاء کیا“---

بلکہ صاحبِ بحر الرائق، الشیخ العلامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ الاشباہ والنظائر میں یہاں تک فرماتے ہیں:

تَفْسُدُ إِجَارَۃٌ ...... وَ بِاشْتِرَاطِ خَرَاجِھَا أَوْ عُشْرِھَا عَلَی الْمُسْتَأْجِرِ---

[الاشباہ و النظائر، کتاب الاجارات، ص۲۶۳، قدیمی کتب خانہ]

”ٹھیکے والی زمین کا عشر یا خراج کاشت کار کے ذمہ ڈالنے سے عقدِ اجارہ فاسد ہو جائے گا“---

الشیخ حامد آفندی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ حامدیہ میں منظومہ نسفی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

وَ الْاَرْضُ تُسْتَأْجَرُ وَ ھِیَ تُعْشَرُ یُعَشِّرُھَا الْآجِرُ لَا الْمُسْتَأْجِرُ---

”وہ زمین جس کو اجرت پر لیا جائے اس کا عشر ادا کیا جائے گا، اس کا عشر مالکِ زمین ادا کرے گا نہ کہ کاشت کار“---

اس کے بعد الحاوی القدسی کی عبارت (جس کی وجہ سے امام شامی رحمۃ اللہ علیہ نے صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے قول کو اختیار کیا) کے حوالے سے فرماتے ہیں:

قُلْتُ عِبَارَۃُ الْحَاوِی الْقُدْسِیِّ لَا تُعَارِضُ عِبَارَۃَ غَیْرِہٖ فَإِنَّ قَاضِیَ خَانْ مِنْ أَھْلِ التَّرْجِیْحِ وَ مِنْ عَادَتِہٖ أَنْ یُّقَدِّمَ الْاَظْھَرَ وَ الْاَشْھَرَ وَ قَدْ قَدَّمَ

قَوْلَ الْإِمَامِ فَكَانَ هُوَ الْمُعْتَمَدَ وَ أُفْتِي بِذٰلِكَ غَيْرُ وَاحِدٍ---[العقود الدرية في تنقيح الفتاوى الحامدية، ج١،ص١٠،طبع دار المعرفة بيروت لبنان]

''میں کہتا ہوں کہ حاوی قدسی کی عبارت اپنے علاوہ عبارات کی معارض نہیں بن سکتی، کیونکہ قاضی خان جیسے صاحبِ ترجیح فقہاء نے امام صاحب کے قول کو مقدم ذکر کر کے ترجیح دی ہے، لہٰذا قولِ امام ہی معتمد ہے اور اس پر بہت سے فقہاء نے فتویٰ دیا ہے''---

اور درِّ مختار، تاتارخانیہ، بدائع صنائع، محیط برہانی، خزانة المفتین، بحرالرائق اور قاضی خان و عالم گیری وغیرہ متونِ معتبرہ و فتاویٰ جات میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو مقدم بیان کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ قولِ امام ہی معتبر و معتمد ہے اور یہی ظاہر الروایہ ہے، جیسا کہ الفقه الاسلامی کے حوالے سے اوپر مذکور ہوا۔

موجودہ دور میں جو ٹھیکے کے معاملات چل رہے ہیں، اس میں کاشت کار کو بہت کم نفع ہوتا ہے اور کئی مرتبہ تو اُلٹا نقصان ہوتا ہے اور دوسری طرف مالکِ زمین ہر صورت میں نفع ہی نفع کماتا ہے، وہ بھی لاکھوں میں، لہٰذا ایسی صورت حال میں فتویٰ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر ہوگا۔

عشر کے مصارف

عشر کے مصارف وہی ہیں جو زکوٰۃ کے مصارف ہیں۔امام قاضی خان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

يصرف العشر الى من يصرف اليه الزكاة---

[فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندية، ج:١،ص:٢٧٧، دار الفكر بيروت]

''عشر ہر اس شخص کو دیا جا سکتا ہے جس کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے''---

عشر میں تملیک شرط ہے، جیسا کہ زکوٰۃ میں ہے۔ تنویر الابصار و درّ مختار میں ہے:

وَ يُشْتَرَطُ أَنْ يَكُونَ الصَّرْفُ تَمْلِيكًا .... لَا يُصْرَفُ إِلَى بِنَاءِ نَحْوِ مَسْجِدٍ وَ لَا إِلَى كَفَنِ مَيِّتٍ---[تنوير الابصار مع الدر المختار، ج:٣،ص:٣٤١-٣٤٢، دار المعرفة بيروت]

''زکوٰۃ و عشر کی ادائیگی میں یہ شرط ہے کہ خرچ بطورِ تملیک ہو لہٰذا مسجد بنانے اور کفن میت میں خرچ نہیں کر سکتے''---

عشر کا بہترین مصرف

مدارسِ دینیہ اسلام کے قلعے ہیں اور اس پُرفتن دَور میں اسلام کی ترویج واشاعت اور تبلیغ انہیں مدارس سے ہو رہی ہے اور مدارسِ دینیہ سے تعاون کرنا درحقیقت اسلام کی سربلندی کے لیے معاونت کرنا ہے اور ان اسلام کے قلعوں کو مضبوط کرنا اس کی ضروریات کو پورا کرنا تمام مسلمانوں کا دینی فریضہ ہے اور زکوٰۃ عشر قربانی کی کھالیں اور دیگر صدقات مدارس کو دے کر دینی فریضہ ادا کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا مدارسِ دینیہ کو زکوٰۃ وعشر، قربانی کی کھالیں اور دیگر صدقات دینا بالکل جائز ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ الْعٰمِلِیْنَ عَلَیْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِی الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِیْنَ وَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ ؕ فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ o---[التوبۃ،۹:۶۰]

''زکوٰۃ کے مصارف صرف فقراء اور مساکین ہیں اور زکوٰۃ وصول کرنے والے اور جن کے دلوں کو اسلام کی طرف راغب کرنا مقصود ہو اور جن غلاموں کو آزاد کرنا ہو اور مقروض لوگ اور اللہ کی راہ میں مسافرین اور یہ اللہ کی جانب سے ایک فریضہ ہے اور اللہ بہت علم والا بے حد حکمت والا ہے''---

اور مدارسِ دینیہ فی سبیل اللہ میں آتے ہیں، مدارس میں فقراء ومساکین طلبہ بھی ہوتے ہیں، مسافر بھی ہوتے ہیں اور یہ سب مصارفِ زکوٰۃ میں سے ہیں، لہٰذا مدارس کو زکوٰۃ وعشر دینا جائز ہے اور زکوٰۃ وعشر کی رقم مدرسہ وضروریاتِ مدرسہ پر صرف کرنا جائز ہے، بلکہ فی زمانہ مدارسِ دینیہ باقی اصنافِ زکوٰۃ کی بہ نسبت زیادہ حق دار ہیں۔

آپ کا اپنا ادارہ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور شریف (اوکاڑا)، آپ کی زکوٰۃ وعشر کا بہترین مصرف ہے، ادارہ میں سیکڑوں طلبہ وطالبات کی رہائش وطعام کی سہولت ہے، میڈیسن، گیس، بجلی، سولر اور دیگر بہت سی سہولیات کے ساتھ جدید ترین عمارت اپنے تعمیر کے آخری مراحل میں ہے، مخیّر حضرات اپنے زکوٰۃ وصدقات اور عشر کو دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور شریف میں موجود، رسول اللہ ﷺ کے مہمانوں کی خدمت میں پیش کر کے دارین کی سعادتیں حاصل کریں۔



قائدانہ اوصاف ، اسوۂ حسنہ کی روشنی میں⑩

رسول اللہ ﷺ کے حکیمانہ اُسلوبِ تربیت

پروفیسر خلیل احمد نوری

حضور خاتم النبیین ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں ہی اسلام کی کرنیں خطۂ عرب سے باہر کی دنیا کو منور کرنے لگی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ مغربی مفکرین اور ماہرینِ عمرانیات کے لیے یہ امر معمہ بنا ہوا ہے کہ تئیس سال کے قلیل عرصے میں حضور سید الانبیاء والمرسلین ﷺ نے کس طرح عظیم انقلاب برپا کر دیا۔ یہ اہلِ دانش، اس انقلاب کے مادی اسباب و وجوہ کی تلاش میں سرگرداں ہیں اور انہیں منزل نہیں مل رہی۔ مصطفوی انقلاب کا اصل سبب، جس سے مغربی دانش ورانکاری ہیں، وہ رسول اللہ ﷺ کا منصبِ نبوت ہے۔ اس منصب کی ایک اہم ذمہ داری امت کی تعلیم و تربیت تھی۔ آپ ﷺ نے تلاوتِ آیات سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قلوب و اذہان کو فیض یاب فرمایا، کتاب و حکمت کی تعلیم دی، ان کی تربیت فرمائی، تزکیہ کیا اور ہر آلودگی سے انہیں پاک و صاف فرما کر فہم و فراست کی معراج پر پہنچا دیا۔ تعلیم و تربیت کے اس عمل سے ایسا گروہ وجود میں آیا جس کا ہر فرد، خشیت و اطاعتِ الٰہی سے سرشار، سچا،

دیانت دار، عہد کا پابند، متواضع، حیا کا پیکر، اخلاصِ نیت سے آراستہ اور علم وعمل میں یکتا تھا۔ جس کی راتیں قیام وسجود میں گزرتیں اور دن جہادی امور میں بسر ہوتے۔ اس گروہ میں اعلیٰ درجے کے مدبر، منتظم، عسکری اموراور ملکی و بین الاقوامی قوانین کے ماہرین پیدا ہوئے۔ سیاست، معیشت، تجارت، عدل وانصاف اور تعلیم وتربیت کے رمزآشنا وجود میں آئے۔ ان عبقری شخصیات نے اپنے قائد ﷺ کی نگرانی میں پوری جدوجہد سے شجرِ اسلام کی آبیاری کی اور دنیا کی کایا پلٹ دی۔ پھر، ان سے فیض یافتہ، آئندہ نسلوں نے عقلی ونقلی علوم میں ایسی خدمات انجام دیں کہ جس کی بدولت بہت تھوڑے وقت میں اسلام کا پرچم چاردانگِ عالم میں لہرانے لگا۔ یہ تھا وہ نبوی تربیت کا فیض، جس سے اہلِ مغرب جان بوجھ کر آنکھیں موندے ہوئے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے حکیمانہ اسلوبِ تربیت کیا تھے؟ چند نکات درج ذیل ہیں:

رسولِ کریم ﷺ کے اندازِ تربیت میں ہمیں ان نفسیاتی اصولوں کی کارفرمائی نظر آتی ہے جو آج کی علمی دنیا نے سالہا سال کی تحقیق کے بعد دریافت کیے ہیں۔ نبوی درس گاہ میں زیرِ تربیت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین متنوع مزاج کے حامل تھے۔ بعض کی طبیعتیں عبادت گزاری کی طرف بہت زیادہ مائل تھیں اور انہیں دنیا اور اس کی آسائشوں کی کچھ پروا نہیں تھی۔ ایسے افراد بھی تھے جو انتہائی ذہین وفطین تھے۔ سادہ لوح دیہاتی بدوی بھی اس جماعت کا حصہ تھے کہ جنہیں آدابِ مجلس سے بھی آشنائی نہیں تھی۔ کچھ کو فنونِ حرب یعنی جنگی امور میں بہت مہارت حاصل تھی۔ کئی اشخاص فلسفیانہ امور میں اپنی مثال آپ تھے۔ خطیبوں اور شعراء کی بھی کمی نہیں تھی جو فصاحت وبلاغت میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ نرم دل بھی تھے اور درشت لہجے والے بھی۔ حضور ﷺ ان سب کے حسبِ حال معاملہ فرماتے۔ ان کے مزاج اور فطرت سے ہم آہنگ ہدایات دیتے۔ ہر شخص کی سمجھ کے مطابق سوال کا جواب عنایت فرماتے۔ ان کے شبہات دور کرتے۔ صحابہ کرام کی پوشیدہ اہلیتوں، فطری استعداد اور تعمیری صلاحیتوں کو بروئے کار آنے کا موقع فراہم کرتے۔ لوگوں کے معاشرتی مراتب کا خیال رکھتے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین فرماتے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ نُنَزِّلَ النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ ---[۱]

''ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حکم دیا کہ ہم لوگوں کے ساتھ ان کے مرتبے کے مطابق سلوک کیا کریں''---

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شخصی خوبیوں اور کمزوریوں کو پیشِ نظر رکھ کر صحابہ کرام سے گفتگو فرماتے۔ بعض اوقات مختلف لوگ ایک قسم کا سوال کرتے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر شخص کو اس کے مزاج، اس کی ضرورت اور اس کی باطنی کیفیت کے مطابق جواب عنایت فرماتے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک شخص نے سب سے افضل عمل پوچھا، تو فرمایا:

''اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا''---[۲]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہی سوال کیا، تو فرمایا:

''وقت پر نماز پڑھنا سب سے بہترین عمل ہے''---[۳]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دریافت کیا کہ سب سے اچھا اسلام کیا ہے؟ تو فرمایا:

''یہ کہ تم (لوگوں کو) کھانا کھلاؤ اور تم سلام کہو، خواہ اسے جانتے ہو یا نہ جانتے ہو''---[۴]

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! سب سے فضیلت والا اسلام کیا ہے؟ فرمایا:

''جس نے اپنی زبان اور ہاتھ سے دوسروں مسلمانوں کو محفوظ رکھا''---[۵]

بظاہر یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے کہ جس سوال کا جواب ٹھیک ایک ہی ہونا چاہیے، اس کے متعدد متضاد جواب کیوں کر دیے گئے۔ درحقیقت، یہ مختلف جوابات، مختلف المزاج اشخاص کی تربیتی ضرورت کے عین مطابق تھے۔ جس فرد کو، کسی خاص ضرورت کے تحت کسی عمل کی اہمیت واضح کرنا مقصود ہوا، اسے اس کی طرف متوجہ کرنے کے لیے اسے افضل عمل قرار دیا گیا۔ مزاج آشنائی اور شاگردوں کی فطری ضرورتوں کا لحاظ رکھنے کے اعتبار سے اسوۂ حسنہ کی یہ کس قدر اعلیٰ اور عمدہ مثال ہے۔

نفسیاتی کیفیت ملحوظ رکھنے کی ایک اور مثال دیکھیے۔ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بہت سے گناہوں کا اعتراف کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس سے

صرف ایک گناہ یعنی جھوٹ نہ بولنے کا وعدہ لیتے ہیں اور باقی گناہوں سے تعرض نہیں فرماتے۔ یہ شخص اس پر خوش ہو کر چلا جاتا ہے کہ مجھ سے کسی مشکل گناہ کو چھوڑنے کا مطالبہ نہیں کیا گیا۔ لیکن جب کسی خلافِ شرع کام کی طرف قدم اٹھاتا ہے تو اسے یہ خیال دامن گیر ہوتا ہے کہ جب مجھ سے اس گناہ کے متعلق سوال ہوگا تو میں سچ بولوں گا تو شرمندگی کے علاوہ گناہ کی حد بھی جاری ہوگی اور جھوٹ بولنا ممکن نہیں کہ میں اس کا عہد کر چکا ہوں۔ چنانچہ یہی خیال اسے ہر گناہ سے روکنے کا ذریعہ بن جاتا ہے اور وہ حاضر خدمت ہو کر عرض کرتا ہے کہ یا رسول اللہ! سچائی کے عہد نے مجھ سے ہر گناہ چھڑا دیا ہے۔

فرد کی اصلاح میں حوصلے اور صبر مندی کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے۔ حکمتِ تربیت کا تقاضا یہ ہے کہ کسی شخص کے برے عمل کو دیکھ کر فوراً ردِّ عمل سے اجتناب برتا جائے اور اصلاح کے لیے مناسب موقع کا انتظار کیا جائے۔ ہر وقت کی وعظ و نصیحت اور روک ٹوک، سنوارنے کی بجائے بگاڑنے میں مددگار رہوتی ہے۔ پس، رسول (ﷺ) کا اسوۂ مبارکہ یہ ہے کہ مربی، اپنے زیر تربیت افراد کے ساتھ طبیب اور ڈاکٹر کی طرح معاملہ کرے، اس کے مرض کی تشخیص کرے، بعد ازاں علاج کے طریقے بروئے کار لائے۔

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے زنا کی اجازت دیجیے۔ حضور ﷺ نے ناراض ہونے اور سختی کرنے کی بجائے فرمایا: کیا تم یہ بات اپنی ماں کے لیے پسند کرتے ہو؟ عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان، ہرگز نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: دوسرے بھی اس بات کو پسند نہیں کرتے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کی بہن، پھوپھی اور خالہ کے بارے میں بھی اسی طرح کے سوالات کیے۔ وہ ہر بار یہی کہتا رہا کہ خدا کی قسم! میں ہرگز یہ پسند نہیں کرتا۔ آپ ہر بار یہی فرماتے رہے کہ لوگ بھی اسی طرح، اسے پسند نہیں کرتے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنا دستِ مبارک اس پر رکھ کر دعا فرمائی؛ اے اللہ! اس کے گناہ معاف فرما اور اس کی شرم گاہ کی برائیوں سے حفاظت فرما۔ چنانچہ وہ نوجوان اس کے بعد اس طرح کی برائی سے رک گیا۔

دیکھیے، کس قدر سنگین برائی کی اجازت مانگی گئی تھی؟ مگر رسول اللہ ﷺ نہ غصے میں آئے، نہ سختی کی، نہ بپھرے، بلکہ یہ دیکھ کر کہ اس کا دل اصلاح کی طرف مائل تو ہے مگر نفسانی اور جنسی خواہش

کے غلبے کا شکار ہے۔ چنانچہ کمالِ حکمت و دانائی سے اس کی منفی خواہش کی اصلاح فرما دی۔

شفقت و محبت سے اصلاح و تربیت بھی، رسول اللہ ﷺ کے اسلوب میں سے ہے۔ آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ، شفقت و محبت اور ہمدردی سے اصلاح و تربیت کی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی زیرِ تربیت ایک بچہ تھا۔ (رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھانا کھاتے ہوئے) میرا ہاتھ برتن میں گھومتا تھا۔ اس پر مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

یَا غُلَامُ ! سَمِّ اللّٰہَ، وَ کُلْ بِیَمِیْنِکَ، وَ کُلْ مِمَّا یَلِیْکَ---[٦]

''اے بچے! بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ، اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنی طرف سے کھاؤ''---

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ آدابِ طعام سکھانے سے پہلے نہایت پیار بھرے لہجے میں ارشاد فرمایا:

اُدْنُ یَا بُنَیَّ---[٧]

''اے میرے چھوٹے بچے! قریب ہو جاؤ''---

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کی زیرِ کفالت یتیم بچے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس طرح شفقت و پیار بھرے الفاظ سے مخاطب فرما کر قریب ہونے کا فرمایا تو انہیں قطعاً اس کا احساس نہ ہوا کہ میرے اندازِ طعام پر مجھے ٹوکا جا رہا ہے۔ انہوں نے اس کا اثر یوں قبول کیا کہ خود فرمایا:

فَمَا زَالَتْ تِلْکَ طِعْمَتِیْ بَعْدُ---[٨]

''اس کے بعد ہمیشہ میرے کھانے کا انداز یہی رہا''---

کم علمی سے، غلطی سرزد ہونے پر سختی نہ کرنے اور نرمی سے مسئلہ سمجھانے کی عمدہ مثال حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آنے والے قصے کی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی امامت میں نماز پڑھ رہا تھا۔ اس دوران کسی شخص نے چھینک لی تو میں نے کہا:

یَرْحَمُکَ اللّٰہُ--- ''اللہ تجھ پر رحم فرمائے''---

اس پر لوگوں نے مجھے اپنی کنکھیوں سے نشانہ بنالیا۔ میں نے کہا کہ تمھیں تمہاری مائیں گم کریں، کیا ہوا ہے کہ یوں میری طرف دیکھ رہے ہو؟ اس پر لوگوں نے (مجھے چپ کرانے کی خاطر) اپنی رانوں پر ہاتھ مارنا شروع کر دیا۔ جب میں نے دیکھا کہ لوگ مجھے چپ رہنے کا اشارہ کر رہے ہیں، تو میں چپ ہو گیا۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو (مجھے) مسئلہ بتایا۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، میں نے آپ سے اچھا تعلیم دینے والا معلم، آپ سے پہلے دیکھا نہ بعد میں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! نہ آپ نے مجھے جھڑکا، نہ مارا، نہ گالی دی، بس یہ فرمایا:

''بے شک یہ (نماز) تو تسبیح، تکبیر اور قرآن مجید کی قراءت کا نام ہے''---[۹]

نرمی سے مسئلہ سمجھانے اور لطف و شفقت کا رویہ اپنانے کا اثر یہ ہوا کہ حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ کو اپنی کم علمی دور کرنے کا احساس دامن گیر ہوا۔ انہیں شوق پیدا ہوا کہ کیوں نہ ایسے شفیق و مہربان معلم و مربی سے کچھ اور مسائل میں رہنمائی لے لی جائے۔ لہٰذا انہوں نے اسی مجلس میں جاہلی دَور کی کچھ باتوں کے متعلق شرعی حکم معلوم کرنے کی غرض سے، سوالات کیے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے جوابات عنایت فرمائے۔[۱۰]

رسولِ کریم ﷺ کے طریقِ تربیت کی ایک خوبی یہ ہے کہ احکام کے نفاذ میں تدریج کا پہلو مدنظر رکھا گیا ہے۔ تدریج ایک فطری عمل ہے، انسان تو کیا حیوانات و نباتات بھی تدریجاً اپنے کمال کو پہنچتے ہیں، لہٰذا کسی گروہ اور جماعت کو تدریجی مراحل سے گزارے بغیر ان کے جاہلانہ عقائد، رسم و رواج اور عادات و اطوار میں یکسر تبدیلی لانا ممکن نہیں۔ خصوصاً، کسی بگڑے ہوئے شخص یا انتہائی غلیظ معاشرے پر یکبارگی احکام لادنے کا نتیجہ ہرگز مثبت نہیں نکل سکتا۔ انسانی مزاج کا تقاضا ہے کہ اس کی اصلاح کے لیے مرحلہ وار قدم بڑھائے جائیں، آسان سے مشکل کی طرف سفر ہو، تاکہ طبیعتیں اصلاح اور تبدیلی کے لیے خوش دلی سے آمادہ ہو جائیں۔ ''کم اہم'' سے ''اہم'' اور پھر ''اہم ترین'' کی طرف بڑھنا تربیت و اصلاح کے اصولوں میں سے ہے۔ عقائد و افکار کی اصلاح کے بعد، اعمال کی پابندی کا مطالبہ کیا جائے، پہلے مرحلے میں فرائض و واجبات کی پابندی پر زور دیا جائے۔ نفلی عبادات اور مستحب امور کو اگلے مرحلے میں شامل کیا جائے۔ ابتدا میں محرمات کی سنگینی واضح کی جائے، پھر مکروہات اور

خلافِ اولیٰ کی۔

ہم دیکھتے ہیں کہ اسلامی احکام کے نزول ونفاذ میں یہی تدریج کارفرما تھی۔قرآن کریم منبعِ رشدو ہدایت ہے، اسی سے تمام احکام پھوٹتے ہیں۔ جب کہ اسے یکبارگی نہیں بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے تئیس سال میں نازل کیا گیا۔ کفار کو اس پر تعجب ہوا اور انہوں نے اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ پورے کا پورا قرآن ایک ہی بار کیوں نازل نہیں کر دیا جاتا۔اس کے جواب میں فرمایا گیا:

کَذٰلِکَ ج لِنُثَبِّتَ بِہٖ فُؤَادَکَ وَ رَتَّلْنٰہُ تَرْتِیْلًا---[۱۱]

”ہم نے یوں ہی اسے بتدریج نازل کیا ہے تا کہ (اے حبیب!) اس سے ہم آپ کا دل مضبوط کریں اور اسی لیے ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا ہے“---

اس آیت میں کفار کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے تدریج کے فوائد بیان کر دیے گئے ہیں۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ تدریجی فوائد کے ضمن میں لکھتے ہیں:

”کیونکہ یہ ایک دستورِ حیات ہے، اس کو تدریجاً نافذ کرنا ہی مناسب ہے تا کہ اس کو اپنانے میں آسانی ہو، اگر کسی قوم کو تمام اطوار و رسوم کو یک بارگی ترک کر کے بالکل جدید دستورِ حیات اپنانے کا حکم دیا جائے تو اس کے لیے بڑا مشکل ہو جائے گا، لیکن اگر آہستہ آہستہ احکام نازل ہوں تو اس طرح ان پر عمل کرنے میں بڑی آسانی ہوتی ہے“---[۱۲]

نبوی منہاج تربیت کے تدریجی طریق کو سمجھنے میں امّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ ارشاد بہت واضح ہے۔قرآن مجید کے تدریجی نزول کی حکمت بیان کرتے ہوئے امّ المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

”ابتدا میں قرآنِ کریم کی صرف وہ سورتیں نازل ہوئیں جن میں جنت اور دوزخ کا ذکر ہے، جب لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تو حرام اور حلال کی آیات نازل ہوئیں۔ اگر پہلے مرحلے میں شراب اور زنا کی حرمت کی آیات نازل ہوتیں تو لوگ پکار اٹھتے کہ ہم شراب اور زنا کو نہیں چھوڑیں گے“---[۱۳]

تربیت و اصلاح میں تدریجی اصول ملحوظ رکھنے کی عمدہ مثال حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

وہ نصیحت ہے جو آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ کرتے ہوئے فرمائی۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو انہیں فرمایا:

''تم اہلِ کتاب کے پاس جا رہے ہو، جب ان کے پاس پہنچو تو انہیں اس بات کی دعوت دینا کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے بغیر کوئی لائقِ عبادت نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ پس اگر وہ اس بات کو مان لیں تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر روزانہ دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ اسے بھی تسلیم کر لیں تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مالوں میں زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالوں سے لی جائے گی اور ان کے غریبوں میں لوٹا دی جائے گی''---[۱۴]

قائد الانبیاءِ و المرسلین حضور ﷺ کے اسلوبِ تربیت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ آپ ﷺ، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جوش و جذبہ کی حوصلہ افزائی فرماتے، ان کے نیک کاموں کو سراہتے اور ان میں جوش و ولولہ ابھارتے، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ خندق کے موقع پر (جب کہ مسلمان خندق کھودنے کے مشکل ترین کام میں مشغول تھے اور ایک دوسرے کو جوش دلانے کے لیے) یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا
عَلَی الْإِسْلَامِ مَا بَقِیْنَا أَبَدًا

ان کے ہم نوا ہو کر رسولِ اکرم ﷺ یوں ارشاد فرماتے:

اَللّٰھُمَّ إِنَّ الْخَیْرَ خَیْرُ الْآخِرَہْ
فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَ الْمُھَاجِرَہْ [۱۵]

ایک طرف رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جذبات و احساسات کا لحاظ رکھتے تاکہ ان کی خودی کو ٹھیس نہ پہنچے، دوسری طرف ان کے جذبات کو مثبت رُخ دینے کا اہتمام فرماتے۔ انسانی جذبات و احساسات کو منفی سمت میں بڑھنے سے روکنا اور انہیں صحیح رخ دینا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ بارہا ایسے مواقع آئے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سینوں میں جذبات کا سیلاب امڈ آیا تھا، مگر مربیٔ اعظم رسول اللہ ﷺ نے کمال حکمت و

بصیرت سے منفی جذبات کے سیلاب کو مثبت سوچ میں بدل دیا۔غزوۂ حنین کے موقع پر، مالِ غنیمت کی تقسیم میں نظر انداز کیے جانے کے احساس نے انصاری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شدید پریشان کیا تھا، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود انصار کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے ان کے زخموں پر مرہم رکھی۔ نہ صرف، انصار کے شکوک وشبہات دور ہوئے، بلکہ ان کے دل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت سے اور زیادہ لبریز ہوگئے۔

جذبات کی شدت پر قابو پانے کا ایک اہم واقعہ صلح حدیبیہ کے موقع پر پیش آیا۔صلح کی شرائط غیر مساویانہ تھیں اور ان سے اسلام اور مسلمانوں کی مغلوبیت کا تأثر ابھرتا تھا۔ کعبۃ اللہ کی زیارت وطواف کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل مچل رہے تھے اور وہ مدینہ منورہ سے اسی عزم کے ساتھ آئے تھے، مگر صلح نامے میں یہ شرط عائد کردی گئی کہ اس سال مسلمان عمرہ کیے بغیر واپس لوٹ جائیں۔ یہ اور اس طرح کی دیگر شرائط کی وجہ سے صحابہ کرام، صلح نامے پر بالکل مطمئن نہیں تھے۔ جب صلح نامہ تحریر ہو چکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا کہ اٹھو! اپنے جانوروں کو اسی جگہ قربان کردو اور سر منڈاؤ۔ یہ بات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اتنی ناگوار معلوم ہوئی کہ کوئی صحابی اپنی جگہ سے نہ ہلا۔حالانکہ یہی صحابہ، گزشتہ روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لعابِ دہن کو اپنے چہروں اور جسموں کا غازہ بنانا سعادت مندی سمجھتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اطہر و اطیب جسم سے گرنے والے وضو کے قطروں کے حصول میں ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے، مگر شکست خوردگی کے احساس نے انہیں مغلوب کر رکھا تھا۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس صورتِ حال پر قابو پانے کے لیے اپنی اہلیہ محترمہ امّ المؤمنین حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے مشورہ کیا اور خیمے سے باہر تشریف لائے۔جانور کی قربانی کی، حجام کو بلایا اور سر اقدس سے بال اتروالیے۔بس پھر کیا تھا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تقلید کرتے ہوئے اٹھے اور جانور قربان کرنے لگے اور سر منڈواکر احرام سے نکل آئے۔منفی جذبات پر قابو پانے اور حکیمانہ اسلوب سے اپنا حکم منوانے کی یہ شاندار مثال، قائدینِ عالم کے لیے لائقِ تقلید ہے۔

زیرِ تربیت افراد کے جذبات کا پاس ولحاظ ضروری تو ہے مگر کبھی، حکمت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ دشمن کو امن وسلامتی کا پیغام دے کر مغلوب اور زیر کیا جائے۔ایسے میں جذباتی نعرے ماحول میں گرمی پیدا کرنے اور امن وسلامتی کو سبوتاژ کرنے کا سبب بنتے ہیں۔اسی وجہ سے

جب کبھی حکمت کا تقاضا یہ ہوا کہ اظہارِ جذبات سے اجتناب کیا جائے تو آپ ﷺ نے اس کی روک تھام کے لیے عملی اقدام فرمایا۔ مثلاً: فتح مکہ کے موقع پر لشکرِ اسلام، مکہ مکرمہ میں داخل ہو رہا تھا، رسول اللہ ﷺ کے حکم پر حضرت ابوسفیان کو ایک تنگ گھاٹی کے مقام پر کھڑا کیا گیا تاکہ وہ لشکرِ اسلام کی شان و شوکت کا نظارہ کر سکیں۔ یکے بعد دیگرے، مختلف قبائل کے دستے گزرتے رہے اور حضرت ابوسفیان، مرعوب ہو کر حیرت زدہ دیکھتے رہے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ، انصار کی سپہ سالاری کرتے، ہاتھ میں علم تھامے، گزرے تو حضرت ابوسفیان کو دیکھ کر پکار اٹھے:

يَا أَبَا سُفْيَانَ! اَلْيَوْمَ يَوْمُ الْمَلْحَمَةِ، اَلْيَوْمَ تُسْتَحَلُّ الْكَعْبَةُ---

"اے ابوسفیان! آج خون ریزی اور قتل عام کا دن ہے، آج کعبہ کی حرمت بھی حلال ہو جائے گی"---

پھر، جب مہاجر صحابہ کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کا دستہ گزرا، تو ابوسفیان نے آپ ﷺ سے پوچھا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ سعد نے کیا کہا ہے؟ فرمایا: اس نے کیا کہا؟ عرض کیا: انہوں نے اس طرح کی بات کی ہے۔ آپ نے فرمایا: سعد نے غلط کہا ہے، بلکہ آج تو اللہ تعالیٰ کعبہ کو عظمت عطا فرمائے گا اور آج کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا[١٦] یہ کہہ کر حکم دیا کہ حضرت سعد سے علم لے کر ان کے بیٹے کو دے دیا جائے۔[١٧]

رسول اللہ ﷺ کے اندازِ تربیت کا ایک پہلو اعتدال پسندی تھا۔ آپ ﷺ نے ہر معاملے میں غلو سے اجتناب کی تعلیم دی۔ متوازن زندگی انسان کو وقار عطا کرتی ہے، جب کہ انتہا پسندی اسے بدنما بنا دیتی ہے۔ دینی اور دنیاوی امور میں توازن، مطلوبِ شرعی ہے اور فطری تقاضا بھی۔ عمل میں انتہا پسندی کا ایک نقصان یہ ہے کہ انسان زیادہ دیر تک اپنی روِش پر قائم نہیں رہ سکتا۔ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ کوئی شخص یکایک عبادت میں اتنا انہماک دکھاتا ہے کہ فرائض و واجبات سے بڑھ کر نوافل اور مستحبات کی کثرت کرتا ہے، جب دیکھو تلاوتِ قرآنِ کریم، تسبیح و تہلیل، نوافل اور ذکر الٰہی مشغول نظر آئے گا، لیکن یہ کیفیت زیادہ دن برقرار نہیں رہتی اور کچھ عرصہ بعد یہ شخص تھک ہار کر بیٹھ جاتا ہے، حتیٰ کہ فرائض میں بھی کوتاہی کرنے لگتا ہے۔ انتہا پسندی کا ایک نقصان یہ ہے کہ اس سے انسان اپنی دیگر

ذمہ داریوں اور فرائض سے غفلت برتتا ہے اور معاشرتی حقوق ضائع ہوتے ہیں۔ تاریخِ انسانی میں نظریاتی اور فکری انتہا پسندی سے ایسے گروہ وجود میں آئے جنہوں نے اپنے علاوہ دیگر تمام انسانوں کو گم راہ سمجھتے ہوئے گردن زدنی قرار دیا۔ ناحق خون ریزی کا بازار گرم ہوا اور فتنہ وفساد کی آگ نے معاشرے کا امن وسکون غارت کر دیا۔ ماضی قریب میں بھی ہم ایسی انتہا پسندی کے مضر اثرات دیکھ چکے ہیں۔ مغربی دنیا، خود کو بہت مہذب سمجھتی ہے، لیکن وہاں بھی اسلام کے خلاف انتہا پسند رجحانات اور نسلی تعصّبات کے سائے بہت گھرے ہیں۔ اسی وجہ سے، وہاں اسلام، قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی توہین کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ مسلمانوں سے متعصّبانہ سلوک اور قتل وغارت گری کے واقعات معمول کی بات ہے۔

انتہا پسندی کے ان گوناگوں مضر اثرات کے باعث رسول اللہ ﷺ نے اس سے بچنے کی تاکید فرمائی۔ ارشاد فرمایا:

إِيَّاكُمْ وَ الْغُلُوَّ فِي الدِّيْنِ، فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِالْغُلُوِّ فِي الدِّيْنِ---[۱۸]

''تم دین میں غلو سے بچو، کیونکہ تم سے پہلے لوگ دین میں غلو کی وجہ سے ہلاک ہو گئے''---

اسلام سے پہلے کے مذاہب میں بعض لوگوں نے اپنے آپ کو تکلیفوں میں مبتلا کرنے اور دنیوی راحتوں سے دست بردار ہونے کا نام عبادت رکھ لیا تھا، پھر ان کے لیے طرح طرح کے طریقے گھڑ لیے تھے۔ حضور ﷺ نے ان سب کی نفی فرما دی۔ مثلاً: ایک مرتبہ دورانِ خطبہ دیکھا کہ ایک آدمی دھوپ میں کھڑا ہے، دریافت کرنے پر عرض کیا گیا کہ اس نے نذر مانی ہے کہ وہ دھوپ میں کھڑا رہے گا، بیٹھے گا نہیں، نہ سایہ حاصل کرے گا اور نہ گفتگو کرے گا اور روزے سے رہے گا۔ حضور رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا:

''اسے کہو کہ سایے میں آجائے، بیٹھ جائے اور اپنا روزہ پورا کرے''---[۱۹]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے ایک شخص کے پاس سے گزرے، جو دوسرے آدمی کی ناک میں رسی ڈال کر اسے کھینچ رہا تھا۔ پس نبی کریم ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے اس کی رسی کاٹ دی اور اسے حکم دیا کہ اسے

اس کے ہاتھ سے پکڑ کر چلے۔[۲۰]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک بوڑھے کو دیکھا کہ وہ اپنے دو بیٹوں کے سہارے چل رہا ہے۔فرمایا: اسے کیا ہو گیا ہے؟ عرض کیا گیا کہ اس نے پیدل چلنے کی نذر مانی ہے۔فرمایا: اللہ تعالیٰ کسی کو ایسی تکلیف دینے سے بے نیاز ہے، پھر اسے حکم دیا کہ سوار ہو جائے۔[۲۱]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ازواجِ مطہرات کے پاس گئے اور ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عبادت کے متعلق دریافت کیا اور اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقابلے میں کہیں زیادہ عبادت کی ضرورت ہے۔ان میں سے ایک نے کہا کہ میں ساری رات نماز پڑھا کروں گا، دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزے رکھا کروں گا اور کبھی ناغہ نہ کروں گا، تیسرا بولا کہ میں عورتوں سے ہمیشہ کنارہ کش رہوں گا اور شادی نہیں کروں گا۔ جب یہ بات رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم نے ایسا ایسا کہا ہے؟ حالانکہ میں روزہ رکھتا ہوں اور اسے چھوڑ بھی دیتا ہوں، رات کو نماز پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں (لہٰذا یہ سب کام میری سنت ہیں) پس جس نے میری سنت سے منہ موڑ لیا، وہ مجھ سے نہیں ہے۔[۲۲]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسلوبِ تربیت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ بوقتِ ضرورت سختی اور تنبیہ کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ یہ سختی کبھی چہرۂ اقدس پر غصے اور ناراضی کے آثار سے ظاہر ہوئی، کبھی آواز اور لب ولہجہ میں تبدیلی سے نمودار ہوئی، کبھی ترکِ کلام یا نفاذِ حدود و تعزیر سے اس کا اظہار رہوا۔امّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

"اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ کیسا ہی سلوک کیا گیا مگر آپ نے اپنی ذات کے لیے کبھی انتقام نہیں لیا، البتہ، جب کبھی اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی باتوں کی پامالی کی جاتی، تو اللہ کی خاطر ضرور سزا دیتے"---[۲۳]

اس سلسلے کی متعدد مثالوں میں سے صرف ایک پر اکتفا کیا جاتا ہے؛ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ ایک بار ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے جب کہ ہم تقدیر کے مسئلے پر بحث کر رہے تھے۔آپ اتنا ناراض ہوئے کہ آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا،

یوں معلوم ہوتا تھا کہ جیسے آپ کے مقدس رخساروں پر اَنار نچوڑ دیا گیا ہو۔فرمایا: کیا تم کو اسی چیز کا حکم دیا گیا ہے؟ کیا میں اسی خاطر تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں؟ تم سے پہلے والے لوگوں نے اس معاملے میں بحث مباحثہ کیا تو وہ ہلاک ہو گئے۔ میں تمہیں تاکیداً کہتا ہوں کہ اس معاملے میں باہم نہ جھگڑو۔[۲۴]

نتیجۂ بحث

درج بالا گزارشات کا مقصد، عالم اسلام کے دینی، مذہبی، تعلیمی، سیاسی اور عسکری قائدین کو اس طرف متوجہ کرنا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے اسلوبِ تربیت کی پیروی کرتے ہوئے اپنے پیرؤوں، کارکنوں اور عام افراد کی تربیت کا جامع نظام مرتب کریں، تاکہ ملت اسلامیہ کی نشأۃ ثانیہ ممکن ہو سکے۔ والدین، اسلامی تعلیمات کے مطابق اولاد کی تربیت کریں، تعلیمی ادارے اپنے زیر تعلیم طلباء کی تربیت کی ذمہ داری لیں، سیاسی قائدین خود نمائی اور ذاتی مفادات سے بالاتر ہو کر قیادت کی ذمہ داریوں کا ادراک کریں اور ملت کی حقیقی رہنمائی کرنے والے کارکن تیار کریں۔ میڈیا مالکان اور اس سے منسلک صحافی حضرات، دولت سمیٹنے کے چکر سے باہر نکلیں اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ’’انسان‘‘ پر اپنی توجہ مرتکز کریں اور اس کی فلاح و اصلاح کو اپنا نصب العین بنائیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ علماءِ کرام کے دروس و خطبات میں نبوی منہاجِ تعلیم و تربیت کی جھلک نمایاں ہو، تاکہ ان کے سامعین کی اصلاح ممکن ہو۔ رسول اللہ ﷺ کا نظامِ تربیت اپنانے سے ہی اجتماعی ترقی اور عروج کا دروازہ کھلے گا۔

حوالہ جات

۱...... مسلم، مقدمة المصنف

۲...... بخاری، کتاب الایمان، باب من قال ان الایمان هو العمل، ح:۲۶/مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون الایمان باللّٰہ تعالٰی افضل الاعمال، ح:۱۳۵

۳...... بخاری، کتاب التوحید، باب و سمی النبی الصلاۃ عملا، ح:۷۵۳۴/مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون الایمان باللّٰہ تعالٰی افضل الاعمال، ح:۱۳۷

۴...... بخاری، کتاب الایمان، باب اطعام الطعام من الاسلام، ح:۱۲/مسلم، کتاب الایمان، باب بیان تفاضل الاسلام وای امورہ افضل، ح:۶۳

۵......بخاری، کتاب الایمان، باب ای الاسلام افضل، ح:۱۱/مسلم، کتاب الایمان، باب بیان تفاضل الاسلام وای امورہ افضل، ح:۶۶

۶......بخاری، کتاب الاطعمۃ، باب التسمیۃ علی الطعام، ح:۵۰۶۱/مسلم، کتاب الاشربۃ، باب آداب الطعام ....، ح:۱۰۸

۷......ترمذی، ابواب الاطعمۃ، باب ماجاء فی التسمیۃ علی الطعام، ح:۱۸۵۷

۸......بخاری، کتاب الاطعمۃ، باب التسمیۃ علی الطعام، ح:۵۰۶۱

۹......مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ، باب تحریم الکلام فی الصلوٰۃ، ح:۱۲۲۷

۱۰......مرجع سابق ۱۱...... الفرقان، ۳۲:۲۵

۱۲......ضیاء القرآن، ج۳، ص۳۶۴، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، محرم الحرام ۱۳۹۹ھ

۱۳......بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب تالیف القرآن، ح:۴۹۹۳

۱۴......بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب وجوب الزکوٰۃ، ح:۱۳۹۵/ کتاب المغازی، باب بعث ابی موسیٰ و معاذ الی الیمن قبل حجۃ الوداع، ح:۴۰۹۰

۱۵......مسلم، کتاب المغازی، باب غزوۃ الاحزاب، ح:۱۳۰

۱۶......بخاری، کتاب المغازی، باب این رکز النبی ﷺ الرایۃ یوم الفتح، ح:۴۰۳۰

۱۷......سیرۃ النبی، شبلی نعمانی، ج۱، ص۴۷۶، قمر سعید پبلشرز لاہور، ۱۹۷۵ء

۱۸......مسند احمد، مسند عبد اللہ بن العباس بن عبد المطلب عن النبی ﷺ، ح:۱۸۵۱

۱۹......بخاری، کتاب الایمان و النذور، باب النذر فیما یملک و فی معصیتہ، ح:۶۷۰۴

۲۰......بخاری، کتاب الایمان و النذور، باب النذر فیما یملک و فی معصیتہ، ح:۱۶۲۰

۲۱......ترمذی، کتاب النذور و الأیمان، باب ما جاء فیمن یحلف بالمشی ....، ح:۱۵۳۷

۲۲......بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، ح:۵۰۶۳

۲۳......بخاری، کتاب الحدود، باب اقامۃ الحدود و الانتقام لحرمات اللہ، ح:۶۴۰۴

۲۴......ترمذی، ابواب القدر، باب ما جاء من التشدید فی الخوض فی القدر، ح:۲۲۶۷

[باقی آئندہ]



مخزنِ ولایت وحکمت

حضرت حافظ محمد جمال اللہ چشتی ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

اور اُن کے نامور خلفاء رحمۃ اللہ علیہم

مفتی محمد زمان سعیدی رضوی

مدینۃ الاولیاء ملتان میں سلسلہ عالیہ چشتیہ کے عظیم پیشوا ''حضرت حافظ محمد جمال اللہ رحمۃ اللہ علیہ'' جنہیں اللہ تعالیٰ نے بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ آپ کو آفتابِ ولایت حضرت قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے ملتان میں تبلیغِ اسلام اور طریقِ چشت کی ترویج واشاعت کے لیے محبّ النبی حضرت شاہ فخر الدین فخر جہاں دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اشارۂ غیبی سے منتخب کیا۔

اسم گرامی خواجہ ''حافظ محمد جمال اللہ'' والد گرامی کا نام ''حافظ محمد یوسف'' اور دادا کا نام ''حافظ عبد الرشید'' تھا۔ ولادت ۱۱۶۰ ہجری کو ملتان شریف میں ہوئی۔ اللہ کے فضل وکرم سے آپ شرحِ صدر کی دولت سے سرفراز ہوئے، آپ انتہائی ذہین اور ذکی الطبع تھے، کم عمری میں ہی حفظِ قرآن کریم کی سعادت حاصل کی اور ریش مبارک آنے سے پہلے ہی کتاب 'دائرۃ الاصول' تک درسی علوم کی تکمیل کرلی۔ ظاہری علوم کی تکمیل کے بعد دل میں شیخ کامل کی مصاحبت حاصل کرنے کا شوق موجزن ہوا، جس کے لیے ہر ماہ کی چودہ (۱۴) تاریخ کو

خانقاہِ شیخ الاسلام حضرت شاہ رکن الدین والعالم سہروردی رحمۃ اللہ علیہ میں تمام شب اعتکاف کرتے۔ ایک رات حضرت شاہ رکن الدین عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں آپ کو حضرت قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کرا کے فرمایا:

''یہی صاحب شیخ نور محمد ہیں، اِن کا وطن مہار شریف ہے اور یہی آپ کے پیرو مرشد ہیں، ان کی خدمت میں جاؤ، شرفِ بیعت حاصل کرو اور نصیبہ ازلی پاؤ''---

جوں ہی آپ بیدار ہوئے، فوراً مہار شریف کی طرف چل پڑے، وہاں حاضر ہو کر شرفِ بیعت حاصل کیا۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت کیا، کچھ ظاہری علوم بھی حاصل کیے ہیں؟ آپ نے نفی میں سر ہلا دیا اور عرض کیا: قرآن پاک کا حفظ اور نماز، روزہ سے متعلق کچھ مسائل پڑھے ہیں۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کمال باطن، تہذیب، اخلاق وکمالات سے آراستہ تھے۔ اِن کا طریقِ کار تھا کہ وہ علماء کو اپنے ساتھ کھانا کھلاتے تھے۔ کھانے کا وقت ہوا تو چند جید علمائے کرام حاضر خدمت ہوئے، ان علمائے کرام میں مولوی محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے، جو کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور محرم راز تھے۔ انہوں نے جب حافظ جمال اللہ ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تو مصافحہ کیا اور حالات دریافت کیے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت کیا کہ کیا تم ایک دوسرے کو جانتے ہو؟ مولوی محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ ہم دونوں ایک ہی استاذ سے تعلیم یافتہ ہیں اور حافظ صاحب کے متعلق عرض کی کہ حافظ صاحب بڑے جید عالم دین ہیں، طالب علمی کے زمانے میں ان کو 'علامۃ العصر' کہا جاتا تھا۔ یہ سن کر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حافظ جمال سے دریافت کیا کہ انھوں نے اپنا علم کیوں چھپایا؟ تو عرض کیا: غریب نواز! مجھے ڈر تھا، کیوں کہ میں نے سن رکھا ہے کہ اہل اللہ علماء سے اجتناب کرتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ قبلہ مجھے شرفِ بیعت سے مشرف نہ فرمائیں۔ اس پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

کارِ ما بر عالماں است، جاہلاں را دریں راہ دخلے نیست
کارِ ما علماء مے دانند، جاہلاں کارِ ما نمی فہمند

''ہمارا کام علماء ہی سے ہے اور جاہلوں کا تو اس راستے میں کوئی دخل ہی نہیں، علماء ہی ہمارے کام کو بہتر جانتے ہیں اور جاہل ہمارے کام کو نہیں سمجھتے''---

شیخِ کامل قدس سرہ العزیز سے بیعت کے بعد چند دن ان کی خدمت میں رہ کر واپس ملتان اپنی ذمہ داریوں پر مامور ہوئے اور کچھ عرصہ سخت مجاہدات وریاضات میں مشغول رہنے کے بعد درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا، تو دور دراز سے جوق در جوق طلبہ اور گروہ در گروہ علماءِ زمانہ، جن کی شہرت چاردانگ عالم میں تھی، آپ کے خوانِ علم پر علوم ظاہری وباطنی کے حصول کے لیے حاضر ہوئے اور صوفیہ واتقیاءِ عصر آپ کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوئے۔

آپ جہاں نامور عالم دین، کامل شیخِ طریقت تھے، وہیں میدانِ جنگ کے تمام نشیب وفراز سے بھی بخوبی واقف تھے۔ تیر اندازی میں کافی مہارت رکھتے تھے اور باقاعدہ فنونِ حرب کے طلب گاروں کو مشق کراتے۔ سکھوں نے جب ملتان پر قبضہ کر لیا تو نواب آف ملتان نے جس لشکر کی بدولت سکھوں کا مقابلہ کیا تھا اُس لشکر کی سرپرستی حضرت قبلہ حافظ محمد جمال اللہ ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے کی۔ آپ کے خلفاء آپ کے دائیں اور بائیں شمشیریں سونت کر اس جنگ میں شریک تھے۔ آپ نے ۵/جمادی الاولیٰ ۱۲۲۶ھ کو وصال باکمال فرمایا اور ملتان میں اپنے حجرۂ مبارکہ میں محوِ استراحتِ ابدی ہوئے۔ آپ کے خلفاء وتلامذہ میں بڑی بڑی پاکیزہ ہستیاں ہوئیں، چند کے احوال وآثار درج ذیل ہیں:

❶...... حضرت خواجہ خدابخش خیرپوری رحمۃ اللہ علیہ

ضلع بہاول پور کی تحصیل 'خیر پور ٹامیوالی' کو اپنی مخصوص معاشرت ومعیشت کے ساتھ یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ اس دھرتی کو اہلِ علم کے علاوہ بہت سے اہل اللہ اور واصلانِ حق کے پاک اَنفاس کی برکتوں نے آج تک اَمن وآشتی کا گہوارہ اور الطافِ ربانیہ کا مہبط ومرکز بنا رکھا ہے۔ اس خطے کو صدیوں سے فضل وکمال کی آبیاری وسرپرستی کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔ اُن پاک باز ہستیوں میں ایک نام: ''سراج الواصلین حضرت خواجہ محمد خدا بخش خیر پوری رحمۃ اللہ علیہ'' کا ہے، جن کے قدوم کی برکت نے اس خطہ کی عظمت کو رشکِ گلزار بنا دیا۔ حضرت خیر پوری رحمۃ اللہ علیہ کا سالِ ولادت ۱۱۵۰ ہجری، بمطابق ۱۷۳۷ عیسوی بتایا جاتا ہے۔ آباء واجداد عرب سے ہجرت کر کے پہلے صوبہ سندھ اور پھر (پنجاب کے موجودہ ضلع خانیوال کے شہر) تلمبہ میں قیام پذیر ہوئے۔ جدامجد حضرت خواجہ محمود رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے صاحبِ فضل وکمال بزرگ ہوئے۔ علوم متداولہ میں مہارتِ تامہ اور صاحبِ کرامت بزرگ تھے، اپنے زمانے میں علماءِ دہر اور

فضلاءِ عصر میں ممتاز شمار ہوتے۔ آپ کی تمام اولاد اپنے والد گرامی کی صفاتِ حسنہ کا مظہر تھی، لیکن (حضرت خواجہ خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی) حضرت خواجہ جان محمد رحمۃ اللہ علیہ پر خصوصی توجہات ونظر عنایات تھیں۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ میدانِ معرفت کے شہوار اور دنیائے رُشد وہدایت کے قافلہ سالار تھے۔ اِس مقدس گھرانے میں ایک اور پھول کا اضافہ ''خواجہ خدا بخش'' کی صورت میں ہوا، جو زُہد وتقویٰ، علم وفضل اور روحانی فیوض وبرکات میں اپنے آباء واجداد کا کامل واکمل مظہر تھے۔ گھر کے علمی وروحانی ماحول میں آپ کی تعلیم وتربیت کا بھرپور اہتمام ہوا۔ آپ نے اپنے پدرِ بزرگوار سے ابتدائی تعلیم حاصل کی، پھر اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بحکم والد دہلی تشریف لے گئے اور علوم دینیہ کی تکمیل فرمائی۔ وطن واپس تشریف لائے تو والد گرامی کے زیرِ سایہ راہِ معرفت طے کیا۔ کچھ عرصہ بعد والد گرامی تلمبہ (ضلع خانیوال) سے ہجرت فرما کر ملتان تشریف لے آئے تو اہلِ ملتان کو علوم ظاہری وباطنی سے فیض یاب فرمانے لگے۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آپ کو بھی کسی مرشد برحق کے دامن سے وابستہ ہونے کا شوق پیدا ہوا، اسی دوران پتا چلا کہ شیخ الاسلام والمسلمین سیدنا فریدالدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی اولادِ امجاد میں سے مولانا عبدالحکیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ، جو گڑھی اختیار خان میں رہتے ہیں، بہت بڑے عالم اور قصیدہ بردہ شریف کے عامل ہیں۔ حضرت خواجہ خیر پوری رحمۃ اللہ علیہ حصولِ مطلب کے لیے اُن کی خدمت میں روانہ ہوئے۔ سفر کرتے کرتے آپ (ضلع ملتان کی تحصیل) شجاع آباد پہنچے تو وہاں کے لوگ خدمت میں جمع ہو گئے اور کچھ دن یہاں قیام کرنے کی التماس کی، تا کہ یہ علاقہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے فیضان سے فیض یاب ہو پائے۔ مکین علاقہ کی گزارش پر آپ نے دو تین ماہ وہاں قیام فرمایا۔ شجاع آباد میں قیام کے دوران ایک دن آپ کی ملاقات مولانا چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد خاص سے ہوئی، جو قصیدہ بردہ شریف کا عامل تھا۔ آپ نے اپنا مطلب بیان کیا اور قصیدہ بردہ کے عمل کی اجازت مانگی۔ اس عمل سے آپ کی غرض شیخ کامل کی زیارت اور اُس قلبی جستجو کی تکمیل مقصود تھی، حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے جب تعلیم کردہ شعر کا عمل شروع فرمایا تو ایک رات خواب میں حضرت محبّ اللہ بالکمال خواجہ حافظ محمد جمال اللہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی۔ بیدار ہوئے تو روح پر ایک خوشی اور مسرت کا عالم طاری تھا، خوشی میں فارسی زبان کا یہ شعر پڑھا:

یار در خانہ و ما گردِ جہان می گردیم
آب در کوزہ و ما تشنہ لبان می گردیم

یعنی محبوب و مطلوب تو میرے اپنے گھر میں تھا لیکن میں اسے آس پاس تلاش کرتا رہا، پانی تو میرے اپنے کوزے میں تھا اور میں ادھر اُدھر تلاش کرتا رہا۔

اُسی وقت ملتان کے لیے عازم سفر ہوئے، بارگاہِ جمال رحمۃ اللہ علیہ میں حاضر ہوکر شرفِ بیعت سے مشرف ہوئے۔ امام الکاملین حضرت خواجہ حافظ محمد جمال رحمۃ اللہ علیہ کی بافیض صحبت نے آپ کے رتبۂ روحانیت کو اوجِ کمال تک پہنچا دیا۔ علم و فضل کی شہرت تو پہلے ہی تھی مگر طریقت کی راہ پر گامزن ہونے سے آپ کو اور بھی شہرت مل گئی۔

آپ جہاں عارفِ کامل اور متبحر عالم دین تھے، وہیں میدانِ جہاد کے شہسوار تھے، والیٔ ریاست بہاول پور نواب صاحب کو جب آپ کی عظمت و کمال کی خبر ہوئی تو نہایت منت وزاری کے ساتھ آپ کو خیر پور لے آئے۔ یہیں آپ نے ایک درس گاہ، محفوظ کنواں، مہمان خانہ اور دیگر عمارات تعمیر فرمائیں۔ آپ کی تمام عمر درس و تدریس میں صرف ہوئی۔ تفسیر و حدیث، فقہ و عقائد اور تمام علوم و فنون آپ کے درس کے خاص موضوعات تھے۔ تصانیفِ نادرہ میں کتاب ''توفیقیہ'' آپ کی یادگار ہے۔ جس میں شریعت کے احکام، طریقت کے آداب، حقیقت اور معرفت کے اسرار بیان کرنے کے علاوہ وحدت الوجود کے مسئلے کو بھی بڑے عالمانہ اور عارفانہ انداز میں حل فرمایا ہے۔ آپ نے ایک سو سال کی عمر پائی، زندگی کے بیش تر گوشے ہنوز پردۂ خفا میں ہیں۔ (۳۰ محرم الحرام یا بقول دیگر) یکم صفر المظفر ۱۲۵۰ھ، جمعرات، بوقت اشراق اپنی جان، مالکِ حقیقی کے سپرد فرمائی۔ مزار اقدس خیر پور ٹامیوالی ضلع بہاول پور زیارت گاہِ خواص و عوام ہے۔

❷...... حضرت سید زاہد شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

آپ، حضرت حافظ جمال اللہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے اجل ترین خلفاء اور قریب ترین رہنے والے شاگردوں میں سے ہیں، ساداتِ بخاری سے تعلق تھا، شجرۂ نسب حضرت جلال الدین سرخ پوش رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کی پیدائش ٹھٹھی حمزہ، سنانواں (ضلع کوٹ ادّو) میں ہوئی، آپ کم عمری میں ہی حضرت حافظ جمال اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوگئے۔ علوم ظاہریہ کی تکمیل کے ساتھ سفر و حضر میں

آپ کے ساتھ رہ کر علوم باطنیہ سے بھی اپنے قلب کو منور کیا، آپ نے اپنے شیخ سے اپنی دِلی محبت کا اظہار کرتے ہوئے آپ کے احوال وارشادات پر ایک رسالہ بنام ''اسرار الکمالیہ'' تالیف فرمایا۔ آپ نے ۵/ذی قعدہ ۱۲۵۱ ہجری میں وصال فرمایا۔ مزارِ مبارک آپ کے آبائی علاقے ٹھٹھی حمزہ، سنانواں ضلع کوٹ ادّو میں مرجعِ خلائق ہے۔

❸...... حضرت خواجہ قاضی محمد عیسیٰ خان پوری رحمۃ اللہ علیہ

۱۲ ویں صدی ہجری میں شورکوٹ، ضلع جھنگ کی مردم خیز دھرتی پر آپ کی ولادت ہوئی، آپ نے بخارا، ثمرقند اور دہلی کے جید علمائے کرام سے ہر صنف کا علم حاصل کر کے 'شمس العلماء' کا لقب حاصل کیا۔ آپ کا خاندان ہر دور میں علمی و رُوحانی لحاظ سے صاحبِ ولایت اور صاحبِ اقتدار رہا، اِس لیے آپ اپنے والد گرامی کے حکم پر احمد پور سیال، ضلع جھنگ کے قاضی رہے۔ آپ اپنے فیصلوں میں بے باک اور ہمیشہ شریعت کے اصولوں کی پاس داری فرماتے۔ عہدۂ قضا کے دوران شیخِ کامل کی تلاش آپ کو حضرت حافظ جمال اللہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے آئی اور ایک طویل عرصہ اپنے مرشد گرامی کی خدمت میں گزار کر خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ خانقاہِ چشتیہ نظامیہ کے نام سے 'خان پور قاضیاں شریف' میں ایک عظیم الشان تعلیمی، تربیتی اور روحانی مرکز قائم کیا۔ معروف ہے کہ آپ نے علم نحو کی معروف کتاب شرح ملا جامی کا اپنی مادری زبان سرائیکی میں ترجمہ کیا۔ یکم صفر المظفر ۱۲۶۳ھ میں حضرت خیر پوری رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ اقدس پر حالتِ سماع میں اپنی جان اپنے مالک و مولیٰ کے سپرد کی۔ مزار مبارک خان پور قاضیاں، تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان میں مرکز انوار و برکات ہے۔

❹...... حضرت خواجہ منشی غلام حسن شہید رحمۃ اللہ علیہ

حسنِ صورت اور عمدہ سیرت کے حامل حضرت خواجہ منشی غلام حسن شہید رحمۃ اللہ علیہ کو خوشنویسی میں ید طولیٰ حاصل تھا اور دور دراز سے لوگ تبرکاً آپ سے کتابیں لکھوانے کی خاطر آتے تھے، اِس لیے ''منشی صاحب'' آپ کا لقب ہو گیا۔ آپ علوم وفنون کے متبحر ہونے کے ساتھ ساتھ میدانِ جنگ کے زبردست ماہرین میں سے تھے۔ آپ کو میدانِ جہاد میں کامل تجربہ اور مہارتِ تامہ حاصل تھی۔ اردو، فارسی کے قادر الکلام شاعر اور سرائیکی کے مایہ ناز کافی گو تھے۔ فارسی اشعار میں آپ کا تخلص 'حسن' اور سرائیکی میں 'گانمن' تھا۔ ۱۹ رمحرم الحرام ۱۳۲۵ھ کو جامِ شہادت نوش کیا۔ مزار مبارک ملتان کے علاقے آغا پورہ میں مرجع خلائق ہے۔

5...... علامۃ الدھر حضرت علامہ عبدالعزیز پرھاروی رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے عظیم المرتبت شیخ، علامۃ الدھر، حضرت حافظ جمال اللہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے منظورِ نظر تلمیذ جنھوں نے صرف بتیس سال کی عمر پائی، مگر اس قلیل حیاتِ مستعار میں مختلف علوم وفنون حاصل بھی کیے اور تقریباً ہر فن میں دو سو سے زائد کتب تصنیف بھی فرمائیں۔

آپ برصغیر سے تعلق رکھنے والے علوم دینیہ اور سماجی علوم کے بہت بڑے ماہر ہوئے ہیں۔ آپ بیک وقت محدث، فقیہ، مدرس، مصنف کتبِ کثیرہ اور کئی زبانوں میں مہارت رکھنے والے نابغۂ عصر تھے۔ آپ کا پورا نام ''ابوعبدالرحمٰن عبدالعزیز بن ابوحفص احمد بن حامد القرشی'' ہے، آپ کے والد گرامی افغانستان سے واردِ ہند ہوئے اور انھوں نے صوبہ پنجاب کے ضلع کوٹ ادّو کی ایک بستی 'پرہاراں' کو اپنا مسکن بنایا، ان کے ہاں ۱۲۰۶ھ، بمطابق ۱۷۹۲ء میں ایک ہونہار بچے نے جنم لیا اور اس کا نام عبدالعزیز رکھا گیا۔ رائے خاندان میں پیدا ہونے والا یہی نومولود بچہ علمی وروحانی منازل طے کرتے ہوئے آگے جا کر علامہ عبدالعزیز پرہاروی کے نام سے فلک علم وحکمت پر آفتاب وماہتاب بن کر چمکا اور اس کے وجود سے ''پرہار'' ایسی گمنام بستی کو شہرتِ دوام نصیب ہوئی۔ خاندانی روایت کے مطابق آپ کی ابتدائی تعلیم کا آغاز گھر سے ہی کیا گیا اور اسلامی روایت پر عمل کرتے ہوئے آپ نے قرآن مجید کی ناظرہ خوانی اپنے والد گرامی سے مکمل کی اور پھر انھیں سے قرآن مجید حفظ کرنے کی سعادت بھی حاصل کی۔ حفظ قرآن مجید کی تکمیل کے بعد آپ مدینۃ الاولیا اور مسلم تہذیب وثقافت کے مرکز ملتان تشریف لائے۔ جہاں ان دنوں دولت دروازہ (موجودہ دولت گیٹ) میں واقع علوم اسلامیہ کی ایک قدیم درس گاہ میں حافظ محمد جمال اللہ ملتانی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے خلیفہ مجاز مولانا خدا بخش چشتی ملتانی رحمۃ اللہ علیہ سے اکتسابِ علم کر کے اپنے دامن کو علمی جواہر سے مالا مال کیا۔ علامہ پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ علوم ظاہر کی تحصیل کے ساتھ ہی علوم باطنی کی طرف بھی متوجہ ہوئے اور اپنے استاذ ومربی محبّ اللہ الجمال حضرت حافظ محمد جمال اللہ چشتی ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کر کے علوم باطنیہ کی تکمیل کی اور سلاسلِ اربعہ میں خلافت سے سرفراز ہوئے۔

آپ کا شمار حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء میں ہوتا ہے۔ آپ چھوٹی عمر میں اپنی ذہانت اور خداداد صلاحیت کی بدولت عقلی ونقلی علوم وفنون میں درجہ امامت پر فائز ہو گئے تھے۔ مگر افسوس کہ ابھی زندگی کی بتیسویں بہار دیکھ رہے تھے کہ قضا پیغام اجل لے آئی اور

۱۲۳۹ھ، بمطابق ۱۸۲۴ء کو علم وحکمت کا یہ آفتاب عین نصف النہار پر چمکتے ہوئے غروب ہو کر تہ مزار اتر گیا۔ آپ کا عرس مبارک ۸-۹ر ذوالحج کو ہوتا ہے۔ مزار مبارک بستی پر ہار ضلع کوٹ ادّو میں منبع برکات ہے۔ اتنی مختصر عمر میں آپ نے جو قلمی ذخیرہ ملتِ اسلامیہ کو دیا، اس میں ہر علم وفن سے متعلق مستقل کتب شامل ہیں، جن کی تعداد تین صد بتائی جاتی ہے۔ آپ کی تحقیقی تصانیف کو آج بھی مدارس وجامعات میں جزوی مقام حاصل ہے۔

[مصادر: خصائلِ رضیہ، انوارِ جمالیہ، مناقب المحبوبین، گلشنِ ابرار، تذکرۂ جمال، تذکرہ اکابرِ اہل سنت]



وفیات

● مورخہ ۲۰ر اکتوبر ۲۰۲۴ء کو جامعہ اسلامیہ مدینۃ العلوم، گلستانِ جوہر کراچی کے بانی ومہتمم، شیخ الحدیث علامہ مفتی محمد رفیق حسنی وفات پا گئے، مفتی صاحب موصوف جید عالم دین، عظیم محقق، مایہ ناز مدرس، صاحبِ بصیرت فقیہ اور فقہ وفتاویٰ پر کم وبیش دو درجن وقیع کتب کے مصنف تھے۔ آپ کی تصنیفی وتحقیقی خدمات اور قائم کردہ دینی ادارہ آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہیں ● مولانا حافظ محمد انور نوری (پیر غنی/حویلی لکھا) کے والد گرامی، ● مناظر اسلام علامہ پروفیسر محمد انوار حنفی (کوٹ رادھا کشن) کے ماموں جان، فاضل دارالعلوم مولانا حافظ محمد صدیق (فیصل آباد/بصیر پور) اور میاں محمد اکرام، میاں محمد فاروق، حبیب اللہ اور محمد صابر صاحبان کے والد گرامی مولانا میاں نور احمد (پڑوسی جامع مسجد نور، دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف) اور (ایک ہفتہ کے وقفہ سے) ان کی اہلیہ محترمہ اور چند دن کے بعد مولانا نور احمد کے بڑے بھائی محمد حسین نوری اور ● میاں خادم حسین نوری مرحوم (محلہ درس بصیر پور) کی اہلیہ محترمہ مسافرانِ آخرت میں شامل ہو گئے---

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

جانشین فقیہ اعظم الحاج صاحبزادہ مفتی محمد محبّ اللہ نوری مدظلہ العالی نے دعا فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے---

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللّٰہ و سلم علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین



پانچویں و آخری قسط

کنیت

کنیت کا مفہوم اور اس کی اقسام کے حوالے سے شیخ عبداللہ دانش کے سلسلہ وار مضمون کی پانچویں قسط ملاحظہ کریں---[ادارہ]

ابو البرکات

قاضی القضاۃ سری الدین ابو البرکات، عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر تھے۔ موصوف کی کنیت کے بارے میں لکھا ہے:

اَبُو الْبَرَکَاتِ، ھٰذِہِ الْکُنْیَۃُ لَیْسَتْ بَعِیْدَۃٌ عَنْ لَقَبِہٖ سَرِیَّ الدِّیْنِ---

''ابو البرکات کنیت، ان کے لقب سری الدین (کریم النفس) کے ہم معنی ہونے کے قریب ہے، چونکہ وہ انتہا درجہ کے سخی تھے''---

فَھِیَ تَدُلُّ عَلٰی کَرَمِہٖ وَ سَخَائِہٖ کَمَا دَلَّ ذٰلِكَ فِیْ لَقَبِہٖ سَرِیّ---

''ابو البرکات کنیت، ان کے جود و سخا پر دلالت کرتی ہے، جیسے ان کے لقب سری (فیاض) پر دال ہے''---

جو کچھ پاس ہوتا، سب لٹا دیتے، ایک دمڑی بھی اپنے پاس نہیں رکھتے تھے۔[۴۱]

لہٰذا ''ابو البرکات'' کا معنی ہوا برکتوں والا، نہ کہ برکتوں کا باپ۔ انگلش میں اسے Generous کہہ سکتے ہیں۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث حافظ محمد نے فرمایا:

''امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عمر بھر شادی بھی نہیں کی۔ اگرچہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ کی ہوگی، اگر کی ہوتی تو ضرور اس کا کہیں ذکر آتا۔ یہ بھی کوئی چھپانے اور پردۂ راز میں رکھنے کی بات تھی۔ لونڈی ان کے ملک یمین میں تھی، اولاد اس سے بھی نہیں ہوئی۔ زندگی کا معتد بہ حصہ تحصیلِ علم کے لیے سفر میں صرف کر دیا۔ شادی کیسے کرتے؟'' ---[۴۲]

ہمارا نکتہ

درج بالا اقتباس سے واضح ہوا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی بیٹا نہیں تھا۔ جب بیٹا نہیں تھا تو ان کی کنیت ابوعبداللہ کیسے ہوگئی؟ بغیر بیٹے کے ابو کیسے بن گئے؟ اس علمی حقیقت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ابو کا معنی ہر جگہ باپ ہی نہیں ہوتا، ورنہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بیٹا عبداللہ ثابت کرنا پڑے گا، جو کہ ان کی وفات کے بعد ناممکن ہے۔ زندگی میں تو اُمید ہو سکتی تھی۔

امام ابو زکریا محی الدین یحییٰ بن شرف النووی رحمۃ اللہ علیہ

❶ ...... الاستاذ محمد فواد عبدالباقی نے اپنی تحقیق و تخریج سے، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح صحیح مسلم 9 جلدوں میں شائع کی ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابوزکریا لکھی ہے۔

❷ ...... محدث گوندلوی نے لکھا ہے:

''امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شادی نہیں کی تھی۔ انہوں نے ساری عمر خدمتِ دین میں کھپا دی تھی'' ---[۴۳]

ہمارا نکتہ یہاں بھی یہی ہے کہ یحییٰ بن شرف، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا نام تھا۔ شادی انہوں نے نہیں کی، پھر وہ بغیر بیٹے کے، ابوزکریا کیسے ہوگئے؟ ابو یعنی باپ تب کہلاتے جب ان کا بیٹا زکریا ہوتا۔

ابن العماد [۴۴] نے اور علامہ ابن حجر عسقلانی [۴۵] نے شیخ الاسلام احمد ابن تیمیہ کی کنیت ابوالعباس لکھی، بلکہ قریباً ہر سوانح نگار، ان کی کنیت یہی، ابوالعباس لکھتا ہے۔

محدث گوندلوی لکھتے ہیں:

''امام ابن تیمیہ نے شادی نہیں کی، ان کی عمر بھی خدمتِ دین کے لیے وقف رہی۔ موقع ہی نہ ملا کہ ازدواجی زندگی کے رشتہ میں منسلک ہوں''---[۴۶]

ہمارا نکتہ یہ ہے کہ امام ابنِ تیمیہ نے شادی کی نہیں اور باپ کہلاتے رہے عباس کے، یعنی ابوالعباس۔ ان دلائل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر جگہ ابو کا معنی باپ نہیں ہوتا۔

❶ ......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابوعبداللہ کنیت رکھ لی، ممکن ہے ان کے ذہن میں ہو کہ عبداللہ اور عبدالرحمٰن نام اللہ کو پیارے ہیں، اس نسبت سے ابوعبداللہ کہلائے۔

❷ ......امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا نام یحییٰ تھا، تو یحییٰ علیہ السلام کے والد محترم زکریا علیہ السلام تھے، ان کی قربت باپ بیٹے کی انہیں خوش گوار لگی، تو اسی نسبت اور محبت سے ابوزکریا کنیت رکھ لی۔

❸ ......امام ابن تیمیہ نے ابوالعباس کنیت رکھی، ممکن ہے ان کے ذہن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کی عظیم شخصیت ہو، جن سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت محبت رکھتے تھے۔ یا امام کے ذہن میں، عباس کا معنی و مراد شیر ہو، جیسے لغتِ عرب میں ہے:

وَ هُوَ مِنْ أَسْمَاءِ الْأَسَدِ---''وہ شیر کے ناموں میں سے ہے''---[۴۷]

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

وَ أَنَّهُ بَحْرٌ لَّا سَاحِلَ لَهُ، وَ كَنْزٌ لَّا نَظِيْرَ لَهُ---[۴۸]

''وہ علوم کا ایسا سمندر ہیں، جس کا کنارہ ہی نہیں، وہ ایسا خزانہ ہیں جس کی مثال ہی نہیں ہے''---

ابو الفضل علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ

ابن العماد نے لکھا:

الحافظ جلال الدين ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بكر السيوطی الشافعی المسند المحقق المدقق صاحب المؤلفات الفائقة النافعة---[۴۹]

ان تعارفی کلمات میں، امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابوالفضل ذکر کی گئی ہے۔

آگے اس کنیت کی وجہ یہ ذکر کی ہے:

وَ عَرَضَ مَحَا فِيْظَهٗ عَلَى الْعِزِّ الْكِنَانِيِّ الْحَنْبَلِيِّ فَقَالَ لَهٗ:

''علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے علمی محفوظ دفاتر، حضرت عز کنانی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ

کے روبرو پیش کیے، تو انہوں نے دریافت کیا (بطور حیرت واستعجاب):

مَا کُنْیَتُکَ؟ ---"آپ کی کنیت کیا ہے؟"---

فَقَالَ: لَا کُنْیَۃَ لِیْ---"جواب دیا، میری کوئی کنیت نہیں ہے"---

فَقَالَ: "أَبُو الْفَضْلِ" وَ کَتَبَہٗ بِخَطِّہٖ---

"استاذ نے فرمایا: آج سے تیری کنیت ابوالفضل ہے اور یہ مبارک کنیت انہیں اپنے محترم قلم سے لکھ کر دی"---[۵۰]

ہمارا نکتۂ عاجزانہ

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی دفاتر دیکھ کر، ان کے استاذ عز کنانی نے، ان کے علم وفضل کی قدر کرتے ہوئے، "ابوالفضل" کی کنیت سے نوازا۔ یہ استاذ کی طرف سے، شاگرد عظیم کے لیے بہت بڑا اعزاز تھا۔ اب اگر کوئی یہاں ابو کا معنی باپ کرے گا، تو کیا یہ حقیقت کے خلاف بات نہیں ہوگی؟

کھڑے کھڑے یکدم، علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا کون سا بیٹا فضل پیدا ہوگیا تھا، جس کی وجہ سے وہ فضل کے باپ (ابو) بن گئے۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ ہر جگہ ابو کا معنی باپ نہیں ہوتا، بلکہ ابوالفضل کا معنی ہوگا علم وفضل والا۔ محافیظہ محافیظ جمع کا صیغہ ہے، محفوظ مفرد کا۔

جیسے: مکتوب کی جمع مکاتیب ہے، نہ کہ مکاتب اور مکاتب دراصل مکتب کی جمع ہے، جیسے: مقدور کی جمع مقادیر ہے۔ وغیرہ

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تشنگانِ حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیاس بجھانے کو "الخصائص الکبریٰ"، لکھی اور خلفاء پر "تاریخ الخلفاء" لکھی۔ علاوہ ازیں اور بھی مفید کتب علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے، امت کی راہنمائی کے لیے تحریر فرمائیں۔

ابو المساکین

مساکین، مسکین کی جمع ہے۔ اردو زبان میں بھی مستعمل ہے۔ غریب مسکین کہہ دیتے ہیں۔ ابوالمساکین کا معنی، مسکینوں کا باپ نہیں ہے، بلکہ مسکینوں اور غریبوں کی خدمت کرنے والا، ان کی سرپرستی کرنے والا ہے۔

یہ کنیت تھی سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچازاد بھائی تھے

اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سگے بھائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے دس سال عمر میں چھوٹے تھے۔ سابقون الی الاسلام میں سے تھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ان کے متعلق یہ روایات لائے ہیں:

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ: کَانَ جَعْفَرُ یُحِبُّ الْمَسَاکِیْنَ، وَ یَجْلِسُ إِلَیْهِمْ، وَ یَخْدِمُهُمْ، وَ یَخْدِمُوْنَهُ---

"سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ غریبوں سے محبت کیا کرتے تھے، ان کے ساتھ بیٹھ کر مجلس کرتے تھے"---

فَکَانَ رَسُوْلُ یُکَنِّیْهِ اَبَا الْمَسَاکِیْنِ---

"حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ان کی غریب پروری پر، انہیں ابوالمساکین کے نام سے یاد فرماتے تھے"---

یعنی کنیت انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عطا کردہ تھی [۵۱]، حالانکہ دستورِ عرب کے مطابق ان کی کنیت ابوعبداللہ تھی، بڑے بیٹے کی نسبت سے۔ [۵۲]

دربارِ نبوت سے القابات (Titles)

دربارِ نبوت سے ٹائٹل، عاجزی اور انکساری کی بنیاد پر عطا ہوتے تھے، خدمت انسانیت کی وجہ سے ملتے تھے۔ کوئی زمین پر سویا اور اس کے چہرے پر مٹی لگ گئی تو خطاب ملا "ابوتراب"، کسی نے غریبوں کے درمیان میں بیٹھ کر، ان کی دل جوئی و غم گساری کی، تو اسے لقب ملا "ابوالمساکین"، کسی خاتون نے، غریب عورتوں کی مدد کی، تو اسے "امّ المساکین" کا ٹائٹل ملا (امّ المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی کنیت)۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ القاب جو درِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملے، ان القاب سے لاکھوں گنا قیمتی ہیں، جو حکومتیں اپنے وفاداروں کو دیتی ہیں۔

کسی کو "سر" (Sir) کا خطاب، کسی کو "شمس العلماء" کا، کوئی شاہ زادہ، کوئی نواب زادہ۔ وہی دورِ جاہلیت کے فخر و مباہات، جن کے بارے میں فخر الاوّلین والآخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، اپنے آخری حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا:

إِنَّ مَآثِرَ الْجَاهِلِیَّةِ مَوْضُوْعَةٌ---[۵۳]

"جاہلیت کے تمام باعثِ فخر و غرور عہدے آج ختم کر دیے گئے ہیں"---

صحیح مسلم کی روایت کے الفاظ ہیں:

اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مِّنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَیَّ مَوْضُوْعٌ---[۵۴]

''لوگو! جاہلیت کی ہر ایک بات کو، میں اپنے قدموں کے نیچے پامال کرتا ہوں''---

آقائے جعفر سبحانی نے لکھا:

''اے لوگو! جان لو، میں آج اعلان کرتا ہوں کہ دورِ جاہلیت کے تمام مراسم وعقائد کو، میں اپنے قدموں تلے روند کر، ان کے باطل ہونے کو تم تک پہنچاتا ہوں''---[۵۵]

سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کی تقریر، دربار شاہِ حبش میں

اے بادشاہ! ہم جہالت میں مبتلا تھے، بتوں کو پوجتے تھے، نجاست میں آلودہ تھے، مردار کھاتے تھے، بے ہودہ بکتے تھے، ہم میں انسانیت اور سچی مہمان داری کا نشان نہ تھا، ہمسایہ کی رعایت نہ کرتے، کوئی قانون نہ تھا۔

ایسی حالت میں، اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے، ایک معزز کو مبعوث کیا، جس کے حسب ونسب، سچائی، دیانت داری، تقویٰ، پاکیزگی سے ہم خوب واقف تھے۔ اس نے ہمیں توحید کی دعوت دی اور سمجھایا کہ اس اکیلے خدا کے ساتھ، کسی کو شریک نہ کرو۔ اس نے ہمیں پتھروں کی پوجا سے روکا، اس نے فرمایا:

''ہم سچ بولا کریں، وعدہ پورا کیا کریں، رحم کیا کریں، گناہوں سے دور رہیں، برائیوں سے بچیں''---

اس نے حکم دیا:

''ہم نماز پڑھا کریں، صدقہ دیا کریں، روزے رکھا کریں''---

ہماری قوم، ہم سے ان باتوں پر بگڑ بیٹھی۔ قوم نے جہاں تک ہو سکا، ہمیں ستایا، تاکہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرنا چھوڑ دیں۔ لکڑی اور پتھر کی مورتیوں کی پوجا کرنے لگ جائیں، ہم نے ان کے ہاتھوں، بہت ظلم اور تکلیفیں اٹھائی ہیں اور جب مجبور ہو گئے، تب آپ کے ملک میں پناہ لینے کے لیے آئے ہیں۔ بادشاہ نے یہ تقریر سن کر کہا، مجھے قرآن سناؤ۔ سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے، اسے سورۃ مریم سنائی۔

بادشاہ کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ وہ رونے لگ گیا اور اس نے کہا:

’’محمد ﷺ تو وہی رسول ہیں، جن کے آنے کی خبر، حضرت یسوع مسیح علیہ السلام نے بتائی تھی‘‘---[۵۶]

عرب دورِ جاہلیت میں اپنے بیٹے کا بُرا نام رکھتے تھے

امام ثعلبی نے لکھا ہے:

عرب لوگوں کا رواج تھا کہ وہ اپنے بیٹوں کے نام ایسے رکھتے تھے: حَجَر (پتھر)، کلب (کتا)، نمِر (چیتا)، ذئب (بھیڑیا)، اسد (شیر) وغیرہ۔ یا فال اور شگون کی بنیاد پر نام رکھتے: بیٹا پیدا ہوتے ہی پتھر پر نظر پڑی تو نام حجر رکھ دیا کہ پتھر کی طرح بیٹا سخت اور مضبوط ہوگا۔ کتے پر نظر پڑ گئی تو کلب نام رکھ دیا کہ کتے کی طرح ہمارا رکھوالا ہوگا، اس کی طرح ہم سے محبت رکھے گا یا اس کتے کی طرح بلند آواز ہوگا۔

چیتے پر نظر پڑی تو بیٹے کا نام نمر رکھا کہ چیتے کی طرح اس میں پھرتی اور دشمن پر جھپٹنے کی صلاحیت ہوگی۔ بھیڑیے پر نگاہ پڑ گئی تو ذئب نام رکھ دیا، کہ اس کی طرح اس میں ہیبت اور قدرت ہوگی۔

ابن کلبی سے کسی نے پوچھا: یہ عرب اپنے بیٹوں کے نام درندوں والے رکھتے ہیں اور اپنے غلاموں کے نام اچھے رکھتے ہیں۔ جیسے: یسر (آسانی)، سعد (خوش قسمت)، یُمن (مبارک) وغیرہ۔ اس کی آخر وجہ کیا ہے؟

ابن کلبی نے جواباً کہا:

’’یہ لوگ بیٹوں کے نام رکھتے ہیں، دشمن کو خوفزدہ کرنے کے لیے اور غلاموں کے اچھے نام رکھتے ہیں، اپنی ذات کے لیے‘‘---[۵۷]

قیامت کے دن باپ کے نام سے پکارا جائے گا یا ماں کے نام سے؟

رحمۃ للعالمین ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

تُدْعَوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِأَسْمَاءِ کُمْ ، وَ أَسْمَاءِ آبَائِکُمْ ، فَأَحْسِنُوْا أَسْمَاءَ کُمْ ---[۵۸]

’’تم قیامت کے دن اپنے اور باپ کے نام سے بلائے جاؤ گے، لہٰذا تم

اچھے نام رکھا کرو‘‘---

عام لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ماؤں کے حوالے سے بلایا جائے گا تا کہ ان کا پردہ رہ سکے۔مگر اسلام کی تعلیمات اس کے برعکس ہیں:

❶ ...... یَوْمَ تُبْلَی السَّرَائِرُ---[۵۹]

’’جس روز پوشیدہ اسرار کی جانچ پڑتال ہوگی‘‘---

یعنی ہر شخص کے وہ اعمال، جو دنیا میں ایک راز بن کر رہ گئے تھے۔

❷ ...... یَوْمَئِذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِّیُرَوْا أَعْمَالَھُمْ---[۶۰]

’’اُس روز لوگ متفرق حالت میں پلٹیں گے تا کہ ان کے اعمال، اُن کو دکھائے جائیں‘‘---

❸ ...... وَ امْتَازُوا الْیَوْمَ أَیُّھَا الْمُجْرِمُوْنَo---[۶۱]

’’اے مجرمو! آج تم چھٹ کر الگ ہو جاؤ‘‘---

❹ ...... اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰی أَفْوَاھِھِمْ وَ تُکَلِّمُنَا أَیْدِیْھِمْ وَ تَشْھَدُ أَرْجُلُھُمْ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَo---[۶۲]

’’آج ہم ان کے منہ بند کیے دیتے ہیں، ان کے ہاتھ ہم سے بولیں گے اوران کے پاؤں گواہی دیں گے کہ یہ دنیا میں کیا کمائی کرتے رہے ہیں‘‘---

لہٰذا قیامت کا دن، پردہ پوشی کا نہیں، بلکہ پردہ فاش کرنے کا دن ہوگا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں باب کا عنوان یہ دیا ہے:

مَا یُدْعَی النَّاسُ بِآبَائِھِمْ---[۶۳]

’’لوگوں کو، ان کے باپ کے نام سے بلایا جائے گا‘‘---

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن بطال کے حوالے سے لکھا ہے،فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

’’غدار آدمی کا جھنڈا، روزِ قیامت بلند کیا جائے گا اور اعلان کیا جائے گا کہ فلاں بیٹا فلاں کا ہے‘‘---[۶۴]

اس صحیح حدیث سے، ان لوگوں کی تردید کی گئی ہے جنھوں نے ماؤں کے نام کے حوالے سے، جھوٹی حدیث مشہور کردی ہے۔[۶۵]

نام کے فیشن

گزشتہ حدیث شریف جو ناموں کے بارے میں ذکر ہوئی، اس کا آخری حصہ ہے، رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا ہے:

فَاحْسِنُوْا أَسْمَاءَ کُمْ ---''اپنے نام اچھے رکھا کرو''---

یعنی اپنے اور اپنی اولاد کے نام خوبصورت رکھا کرو۔ احسنوا حسن و جمال سے ہے۔ نام ایسا ہو کہ جس کا معنی اپنے اندر حسن وخوبی لیے ہوئے ہو، بے مقصد اور لایعنی نام حسین نہیں ہو سکتے۔

آج کل جس طرح لباس اور طرزِ بود و باش میں نت نئے فیشن دکھائی دیتے ہیں، اسی طرح نئے نئے نام رکھنے کا بھی فیشن، وبا کی طرح پھیل گیا ہے۔ ایسے ایسے نام بچوں کے، سننے میں آتے ہیں کہ خدا کی پناہ! جن کا نہ کوئی معنی، نہ مفہوم، نہ پتا چلتا ہے کہ کس زبان کا لفظ ہے۔ پوچھیں تو کہتے ہیں کہ انٹرنیٹ سے لیا ہے اور اس کا یہ معنی ہے۔ بھائی انٹرنیٹ کی ثقاہت (Authenyicity) کا کون ذمہ دار ہے؟

جدت پسندوں کو اس بات سے تو کوئی غرض نہیں ہوتی کہ جو نام بچے کا رکھ رہے ہیں، اس کا مستند (Authentic) ہونا بھی ضروری ہے۔ مجھے اپنے بعض مقتدیوں پر بھی حیرت ہوتی ہے، بچے کی پیدائش پر، نام کے مفہوم کی تصدیق کرنے آتے ہیں۔ جب میں بتاتا ہوں کہ یہ مہمل سا لفظ ہے، تو انہیں یقین نہیں آتا۔

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ، آمین

حوالہ جات

۴۱...... کتاب تحصیل الطریق الی تسھیل الطریق، ص26

۴۲......درس صحیح بخاری، ص268 ۴۳......درس صحیح بخاری، ص268

۴۴...... شذرات الذھب، ج8، ص142

۴۵...... الدُّرَر الکامنۃ، جلد اوّل، ص88

۴۶......درس صحیح بخاری، ص268 ۴۷...... المنجد عربی، ص484

۴۸...... الدّرر الکامنة، جلد اوّل، ص 91

۴۹...... شذرات الذھب، جلد دہم، ص 74

۵۰...... شذرات الذھب، جلد دہم، ص 75

۵۱...... حضور ﷺ اپنے لیے یہ دعا کیا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ أَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّ اَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَّ احْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَةِ الْمَسَاکِیْنِ---[سلسلة صحیحة، جلد اوّل، علامہ البانی، حدیث 308]

''یا اللہ! مجھے مسکینی کی زندگی اور مسکینی کی موت نصیب فرمانا، روزِ قیامت مجھے مسکینوں کے گروہ میں اٹھانا''---

علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ بقول امام بیہقی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: آپ ﷺ اللہ سے مسکینی بمعنی قلت نہیں مانگتے تھے، بلکہ:

سَاَلَ الْمَسکنَةَ الَّتِیْ یرجع مَعْنَاھَا اِلَی الأخبات و التَّواضع---

''وہ مسکینی مانگتے تھے جس کا معنی اللہ کے سامنے عاجزی وانکساری کرنے والا ہوتا ہے''---[التلخیص الحسن، جلد سوم، ص 238]

۵۲...... الاصابة، جلد اوّل، ص 592

۵۳...... البدایة و النھایة، نیز سیرة ابن ھشام

۵۴...... بحوالہ رحمۃ للعالمین، جلد اوّل، ص 230

۵۵...... سیرت النبی مترجم، مولانا نصیر حسین، ص 553

۵۶...... رحمۃ للعالمین، جلد اوّل، ص 85

۵۷...... افقه اللغة، ص 268

۵۸...... رواہ ابو داؤد، احمد/مشکوٰۃ شریف، حدیث 4768

۵۹...... سورۃ الطارق، 9:86

۶۰...... سورۃ الزلزال، 6:99

۶۱...... سورۃ یٰسٓ، 59:36

۶۲...... سورۃ یٰسٓ، 65:36

۶۳...... کتاب الادب، باب 99، صحیح بخاری

۶۴...... بخاری، حدیث 6177

۶۵...... فتح الباری، جلد دہم، ص 691



تیسری و آخری قسط

مولود شریف

مولانا الطاف حسین حالؔی

حلیہ شریف

واعظ حدیثِ سایۂ طوبیٰ فرو گزار
کاینجا سخن زِ سروِ روانِ محمد است [۱]

حضرات! حسن و جمال کی کوئی حد ہو تو لکھوں، لطف و خوبی کی کچھ انتہا تو بیان کروں۔ کیا خوب کہا ہے کہنے والے نے:

منظور تھی جو شکل تجلی کو نور کی
قسمت کھلی تیرے قد و رُخ سے ظہور کی

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کوئی شے آپ سے بہتر نہ دیکھی اور براء بن عازب کہتے ہیں کہ خوبروئی اور نیک خوئی میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا جواب نہ رکھتے تھے۔

وَ لِلّٰہِ دَرُّ القَائِلِ[۲]:

تنہا ہمیں نہ صورتِ زیبا ازانِ تست
زیبائے آیتے ست کہ نازل بہ شانِ تست

چہرہ مبارک نہ بہت گول تھا، نہ بہت لمبا، گال برابر اور ہموار، نہ بہت گوشت نہ بہت

نحیف ونزار، ذقن دل ربا قصیر، پیشانی کشادہ روشن جیسے چاند کا ٹکڑا، بھنویں باریک خم دار، نہ بہت پیوستہ نہ بالکل کشادہ۔ آنکھیں بڑی بڑی لیکن نہ حد سے زیادہ بڑی۔ پلکیں دراز قدرتی سرمگیں۔ نظر دور بین، رات دن آگے پیچھے یکساں دیکھنے والی حیا سے نیچی نگاہ۔ کانوں کی خوبی بیان سے باہر۔ سماعت کا وہ حال کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

''میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے، صدائے گردشِ آسمان برابر میرے کان میں آتی ہے''---[۳]

بینی باریک و بلند، ہموار۔ دہن مبارک نہ بہت تنگ نہ بہت فراخ۔ گوہر دنداں کشادہ، نہ بہت چھوٹے نہ بہت بڑے، نہایت آب دار، پُر رونق، خوش نما۔ آبِ دہن ہر درد کی دوا۔ ہنسنا، مسکرانا، حسنِ صوت اللہ ﷻ کی قدرت کا نمونہ، بجائے خود ایک معجزہ تھا۔ اوّلین و آخرین میں کوئی ایسا فصیح و بلیغ ہوا، نہ ہو۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

أَدَّبَنِيْ رَبِّيْ فَأَحْسَنَ تَأْدِيْبِيْ---[۴]

''مجھ کو علم و ادب اللہ جل شانہ نے خود سکھایا اور بہت اچھی طرح سکھایا''---

بزرگیٔ فرقِ مبارک سے بزرگیٔ قدو بلندیٔ شان و وفورِ عقل و جودتِ فکر، ظاہر و آشکار۔ موئے عنبر بو، نہ بہت نرم و ہموار نہ بہت پیچیدہ نہ خم دار۔ زلفِ مشکیں کبھی زیبِ دوش، کبھی تا نرمۂ گوش [۵]، لحیہ مقدس گنجان، خط بنا ہوا، نہایت خوش نما۔ لبیں کتری ہوئی، بیاضِ گردن میں صاف چاندی کی سی آب و تاب، سینہ معرفت گنجینہ عریض، بغلیں اور اعضائے بدن کی طرح سرخ و سفید، پسینے میں مشک کی خوشبو، پشت و شکم مثلِ نقرۂ گداختہ [۶]، پاک و صاف سفید و ہموار۔ بالوں کا شکم مبارک پر کہیں نشان نہیں مگر ایک سیلی [۷] باریک سینے سے ناف تک پیدا۔ دونوں شانوں کے بیچ میں مہر نبوت جیسے بیضۂ کبوتر، لون و صفا میں ہم رنگِ بدن۔ بھرے بازو، بھرے شانے، کفِ دست کشادہ پُر گوشت، حریر و دیبا سے زیادہ نرم۔ انگلیاں دراز، قدم ہموار، انگشتِ پا سِطبر [۸]، ایڑیاں پتلی پتلی۔ عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''قدم شریف حسن و خوبی میں لاجواب تھے''---

رنگِ بدن سرخ و سفید، تسپر [۹] ملاحت آ گئیں۔ قد میانہ، نہ قصیر نہ طویل، چال جیسے کوئی بلندی پر سے نیچے اترتا ہے، چلنے میں سرعت، نہ سستی نہ اضطراب، زمین پر بھرا قدم

پڑتا تھا، جس کوچے سے گزرتے وہاں دیر تک خوشبو رہتی۔ چنانچہ کسی نے مدینہ منورہ کی تعریف میں لکھا ہے:

بِطِیْبِ رَسُوْلِ اللّٰہِ طَابَ نَسِیْمُھَا
فَمَا الْمِسْکُ وَ الْکَافُوْرُ وَ الصَّنْدَلُ الرَّطْب [۱۰]

ابیات

اے صبحِ صادقاں رُخِ زیبائے مصطفیٰ — وے سروِ راستاں قدِ رعنائے مصطفیٰ
آئینۂ سکندر و آبِ حیاتِ خضر — نورِ جبین لعلِ شکر خائے مصطفیٰ
معراجِ انبیاء و شبِ قدر اصفیا — گیسوئے روز پوش قمر سائے مصطفیٰ
ادریس کو مدرسِ درسِ معارف ست — لب تشنہ پیشِ منطقِ گویائے مصطفیٰ
عیسیٰ کہ دَیر دائرِ علوی مقامِ اوست — شد پردہ دارِ ذروۂ علیائے مصطفیٰ
بر ذروۂ دَنٰی فَتَدَلّٰی کشیدہ سر — ایوانِ بارگاہِ معلائے مصطفیٰ
از جامِ روح پرورِ مازاغ گشتہ است — آہوئے چشم دل کشِ شہلائے مصطفیٰ
خیاطِ کارخانۂ لولاک دوختہ — پیراہنِ اُبیت بہ بالائے مصطفیٰ
شمس وقمر کہ لولوءِ دریائے اَخضر اند — از روئے مہر آمدہ لالائے مصطفیٰ
کحل الجواہر ملک وطوطیائے رُوح — دانی کہ چیست خاکِ کفِ پائے مصطفیٰ
روح القدس کہ آیتِ قربت بشانِ اوست — قاصر زِ درکِ پایۂ ادنائے مصطفیٰ
قرصِ قمر شکست بریں خوانِ لاجور — وقتِ صلائے معجزہ ایمائے مصطفیٰ
خواجہ گدائے درگہِ او شد کہ جبرئیل — شد با کمالِ مرتبہ مولائے مصطفیٰ

یَا رَبِّ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا
عَلٰی نَبِیِّکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

محبت رسول

مسلمانو! ایک کام کی بلکہ حسنِ انجام کی بات ہے، ذرا کان دھر کے سنو اور غور کر کے سنو، تم اپنے نبی کے مدارج سن چکے اور یہ بھی سن چکے کہ تم نے ابھی کچھ نہیں سنا اور میں نے ابھی کچھ نہیں سنایا، اور نہ میں سنا سکتا ہوں، نہ تم سن سکتے ہو۔ رباعی:

تا از دل و جان پاک و مجرد نشویم
و ز ہستیٔ خود تمام بے خود نشویم
تا شاہِ ممالک مؤبد نشویم
واقف زِ مراتبِ محمد نشویم

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی پر دونوں جہان کی خوبیاں ختم کیں، جس طرح شریکِ باری تعالیٰ عقل میں نہیں آ سکتا، اسی طرح خاتم النبیین ﷺ کا عدیل ونظیر عالم وجود میں نہیں آ سکتا۔ اب عقل کا مقتضا یہ ہے کہ محبتِ الٰہی کے بعد محمد مصطفیٰ ﷺ کے برابر کسی کی جگہ تمہارے دل میں نہ ہو، کیونکہ عقل کے نزدیک ہر شے میں جتنی خوبی زیادہ ہوتی ہے محبوبیت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ رہی عادتِ بشری سو! ظاہر ہے کہ آدمی اپنے مربی اور محسن سے زیادہ کسی کو دوست نہیں رکھتا۔ بدخواہی سے باپ بیٹوں میں پھوٹ پڑ جاتی ہے، سگے بھائی دشمن بن جاتے ہیں، یگانے بیگانے ہو جاتے ہیں اور خیر خواہی و نیک اندیشی سے دوست تو دوست دشمن بھی دوستی کا دم بھرنے لگتے ہیں۔ اب تمھیں کہو کہ جو احسان تمہارے نبی ﷺ کے تم پر ہیں وہ احسان باپ بیٹے پر، بھائی بھائی پر، دوست دوست پر، بادشاہ رعیت پر، استاذ شاگرد پر، آقا نوکر پر، دولت مند محتاج پر، چارہ گر بیمار پر، رہنما گمراہ پر کر سکتا ہے؟ اور سب کچھ جانے دو یہ ایک احسان کتنا بڑا ہے کہ حیاتِ ابدی اور نجاتِ سرمدی اسی کے طفیل سے ملی۔ یہی دو آیتیں اور حدیثیں جن کی رو سے نبی ﷺ کی محبت واجب ٹھہری ہے، بہت ہیں۔ یہاں کچھ ان میں سے نقل کی جاتی ہیں، قال اللہ تبارك و تعالیٰ:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِیْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ﹰ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ---[11]

''کہہ دے اے محمد! اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور برادری اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور سوداگری جن کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور جو حویلیاں پسند رکھتے ہو، تم کو زیادہ عزیز ہیں، اللہ سے اور رسول سے اور اس کی

راہ میں لڑنے سے، تو صبر کرو، جب تک بھیجے اللہ حکم اپنا''---

اور فرمایا:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی---[۱۲]

''کہہ دے اے محمد! میں نہیں مانگتا تم سے حکم الٰہی پہچانے اور قرآن سکھانے کی مزدوری، ہاں! مگر یہ چاہتا ہوں کہ میں ناتے میں تمہارا بھائی ہوں، مجھے دوست رکھو''---

اور آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں:

لَا یُؤْمِنُ أَحَدُکُمْ حَتّٰی أَکُوْنَ أَحَبَّ إِلَیْہِ مِنْ وَّلَدِہٖ، وَ وَالِدَیْہِ، وَالنَّاس أَجْمَعِیْنَ---[۱۳]

''تم میں سے کوئی مسلمان نہیں ہوتا جب تک مجھ کو اپنی اولاد، اپنے ماں باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ عزیز نہ سمجھے''---

اور ایک جگہ یوں ارشاد فرمایا:

حَتّٰی أَکُوْنَ أَحَبَّ إِلَیْہِ مِنْ نَّفْسِہٖ---[۱۴]

''جب تک مجھ کو اپنی جان سے زیادہ دوست نہ رکھے''---

ہر کس شہیدِ آں مژہ ہائے دراز نیست
در شرع بر جنازۂ آں کس نماز نیست

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ہم لوگ رسولِ خدا ﷺ کو زیادہ عزیز رکھتے تھے اپنے مال اور اولاد سے اور تشنگی میں آبِ سرد سے''---[۱۵]

روایت ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ قیامت کب ہو گی؟ ارشاد ہوا کہ تم نے قیامت کے دن کے واسطے کیا عمل کیے ہیں؟ یعنی قیامت کا حال کیا پوچھتا ہے عمل کر جو اس دن کام آویں۔ اس نے کہا نہ میں نے ایسی نمازیں پڑھیں نہ روزے رکھے، نہ صدقے دیے، ہاں! مگر خدا اور اس کے رسول ﷺ کو دوست رکھتا ہوں۔ فرمایا، جا! قیامت کے دن تو اپنے محبوب کے ساتھ ہو گا۔

اور ایک شخص نے آ کر خدمتِ عالی میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں آپ کو اپنے اہل وعیال سے زیادہ عزیز سمجھتا ہوں۔ جب آپ یاد آتے ہیں تو مجھ سے صبر نہیں ہوسکتا۔ جب تک آپ کو دیکھ نہیں جاتا، لیکن پھر یہ خیال آتا ہے کہ بہشت میں آپ تو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مقام اعلیٰ پر ہوں گے، وہاں مجھ کو دولتِ دیدار کیوں کر میسر آئے گی؟ اس کی تسلی کے لیے اللہ جل شانہ نے یہ آیت بھیجی:

وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًاؕ ---[۱۶]

''اور جو لوگ حکم میں چلتے ہیں اللہ اور رسول کے، سو وہ ان کے ساتھ ہیں جن کو اللہ نے نوازا، وہ کون ہیں؟ نبی اور صدیق اور شہید اور نیک بخت اور خوب ہے ان کی رفاقت''---

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کو بلا کر یہ آیت سنا دی اور روایت ہے کہ زمانِ برکت نشان میں ایک شخص کو شراب پینے کی شرعی سزا دی گئی۔ چند روز کے بعد پھر یہ فعل شنیع صادر ہوا۔ لوگ اس کو لعنت کرنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اس کو لعنت نہ کرو یہ شخص خدا اور رسول کا دوست رکھنے والا ہے''---[۱۷]

لمولفہ:

اسی سے ہوتا ہے ظاہر عیارِ استعداد
محک ہے حب نبی دل کے امتحاں کے لیے
خدا کی ذات کریم اور نبی کا خلق عظیم
گنہ کریں تو کریں رخصتِ انس و جاں کے لیے
شفاعت نبوی ہے وہ برقِ عصیاں سوز
کہ حکم خس ہے وہاں کفر دو جہاں کے لیے
یَا رَبِّ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا
عَلٰی نَبِیِّكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

حضرات! محبت کا دعویٰ کون نہیں کرتا، دوستی کا دم کون نہیں بھرتا، ہر مسلمان اپنے کو نبی ﷺ اور آلِ نبی رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عاشقِ زار وجاں نثار ٹھہراتا ہے، لیکن حق یہ ہے کہ اس ذاتِ پاک کی محبت و وِلا اور غم خواری و جاں نثاری اور خیر اندیشی و خیر خواہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر ختم ہوگئی، اب کسی کی مجال نہیں کہ اس وادی میں حرفِ دعویٰ زبان پر لاوے:

حریفاں بادہ ہا خوردند و رفتند
تہی پیمانہ ہا کردند و رفتند

منقول ہے کہ جب اہلِ مکہ نے زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو حرم سے باہر قتل کرنے کو نکالا تو ابوسفیان بن حرب بولا، اے زید! سچ کہنا تجھ کو گوارا ہے کہ محمد (ﷺ) تیری جگہ ہو اور ہم اس کو قتل کریں اور تو اپنے گھر میں محفوظ رہے۔ زید نے کہا، واللہ! مجھے گوارا نہیں کہ محمد (ﷺ) کے ہاتھ میں کانٹا بھی لگے اور میں اپنے اہل کے پاس ہوں۔ اس وقت ابوسفیان کہنے لگا:

''میں نے کوئی کسی کا ایسا دوست نہیں دیکھا جیسے محمد کے اصحاب اس کے دوست ہیں''---[۱۸]

روایت ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ پر آثارِ مرگ ہویدا ہوئے تو ان کی بی بی وَاحُزْنَاہُ وَاکُرْبَاہُ کہہ کر رونے لگی۔ بلال نے کہا:

وَاطَرَبَاہُ غَدًا أَلْقَی الْاَحِبَّۃَ مُحَمَّدًا وَّ حِزْبَہٗ---[۱۹]

''بڑی خوشی کی بات ہے کہ کل دوستوں سے ملوں گا، وہ کون ہیں؟ محمد اور اس کے ساتھی''---

اور لکھا ہے کہ انصار میں سے ایک عورت کے باپ اور بھائی اور خاوند حضرت کے ساتھ جنگِ اُحد میں شہید ہوگئے۔ جب اس کو یہ خبر پہنچی تو اوّل اس نے پوچھا کہ حضرت ﷺ تو اچھی طرح ہیں۔ لوگوں نے کہا الحمد للہ جیسا تو چاہتی ہے، مع الخیر ہیں۔ بولی، مجھے دکھاؤ تو تسلی ہو۔ جب آپ کو دیکھا، کہا:

کُلُّ مُصِیْبَۃٍ بَعْدَہٗ جَلَلٌ---[۲۰]

''تو سلامت ہے تو کیا غم ہے؟''---

اور روایت ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ جس خدا نے تجھ کو

نبی برحق کیا ہے، اسی کی قسم ہے کہ میرے باپ ابوقحافہ کے مسلمان ہونے میں میری آنکھوں کو وہ روشنی اور ٹھنڈک نہیں جو ابوطالب کے اسلام میں ہے، کیونکہ ابوطالب کے اسلام میں تیری آنکھوں کو روشنی اور ٹھنڈک ہے۔

اور لکھا ہے کہ زید بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ اپنے باغ میں کام کر رہے تھے کہ ان کے بیٹے نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات شریف کی خبر سنائی۔ زید نے بہ کمال زاری دعا کی کہ الٰہی! میری آنکھوں کی بینائی کھودے کہ تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد پھر کسی کی صورت دیکھنے کو جی نہیں چاہتا۔ معاً ان کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔

اور روایت ہے کہ ایک عورت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی اور التماس کیا کہ میرے روبرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف کھول دو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قبر مبارک کو کھول دیا۔ وہ عورت بے اختیار رونے لگی اور یہاں تک روئی کہ مرگئی، رضی اللہ عنہا۔ رباعی:

غازی برہِ شہادت اندر تگ و پو ست
غافل کہ شہید عشق فاضل تر ازو ست
فردائے قیامت ایں بہ آں کے ماند
ایں کشتۂ دشمن است و آں کشتۂ دوست

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا
عَلٰی نَبِیِّکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

علاماتِ محبت

سنو! محبت و ولائے رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت سی علامتیں ہیں، انسان میں جب تک وہ سب علامتیں پائی جائیں، اس نعمتِ عظمیٰ و نعمتِ کبریٰ سے محروم ہے:

اوّل: ہر بات میں، ہر کام میں آپ کی پوری پوری پیروی کرنی اور دل کی خواہشوں کو شرع کا تابع دار کردینا۔ قال اللہ تعالیٰ:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ---[۲۱]

''کہہ دے اے محمد! گر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری راہ پر چلو، تم کو اللہ دوست رکھے گا''---

اللہ اکبر! آدمی رسولِ مقبول کی متابعت سے محبوبیت کے مقام پر پہنچتا ہے۔

دوسری علامت یہ ہے کہ آپ کا ذکرِ جمیل اکثر زبان پر رکھے:

مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ---[۲۲]

''محبوب کو ہر وقت یاد رکھنا اسی کا نام محبت ہے''---

وَ لِلّٰہِ دَرُّ القَائِلِ:

شاید اسی کا نام محبت ہے شیفتہ
ہے آگ سی جو سینے کے اندر لگی ہوئی

تیسری علامت یہ ہے کہ آپ کا ذکر شریف سن کر مراتبِ تعظیم وتکریم بجالائے اور خضوع وخشوع اور عجز وانکسار کی صورت بن جائے، جیسا آپ کے بعد صحابہ کا حال تھا کہ جب آنحضرت ﷺ کا ذکر آتا، بے اختیار رو پڑتے اور نہایت فروتنی کرتے اور ان کے بدن پر نام پاک کی ہیبت سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے اور یہی حال تابعین اور تبع تابعین کا تھا۔ اسی طرح ہر حال میں آپ کی تعظیم وتکریم اور رعایتِ ادب جزو ایمان کیا بلکہ عینِ ایمان ہے۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے:

اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا o لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ وَ تُعَزِّرُوْہُ وَ تُوَقِّرُوْہُ---[۲۳]

''ہم نے بھیجا تجھ کو اے محمد! احوال بتانے والا اور خوشی اور ڈر سنانے والا، تاکہ تم لوگ یقین کرو اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کی مدد کرو اور اس کا ادب رکھو''---

اور فرمایا:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ o اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی ط لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ o---[۲۴]

''اے ایمان والو! اونچی نہ کرو اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اوپر اور

اس سے نہ بولو لپک کر جیسے لپکتے ہو ایک دوسرے پر، کہیں اکارت نہ ہو جائیں تمہارے کیے اور تم کو خبر نہ ہو۔ جو لوگ دبی آواز بولتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہی ہیں جن کے دل جانچے ہیں اللہ نے ادب کے واسطے، ان کو معافی ہے اور اجر بڑا''---

اور بنی تمیم جب حضرت کی ملازمت کے لیے حاضر ہوئے، اس وقت آپ دولت سرا میں تشریف رکھتے تھے۔ انھوں نے اتنا صبر نہ کیا کہ آپ باہر تشریف لاویں، باہر سے لگے پکارنے، تب یہ آیت نازل ہوئی:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ہ وَلَوْ اَنَّھُمْ صَبَرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْھِمْ لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ ---[۲۵]

''جو لوگ پکارتے ہیں دیوار کے باہر سے، وہ اکثر عقل نہیں رکھتے اور اگر وہ صبر کرتے، یہاں تک کہ تم نکل آتے ان کی طرف، تو ان کے حق میں بہتر تھا''---

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ادب نہیں دیکھتے کہ حضرت کا اِذن تھا، تس پر امامت میں کس قدر تاخیر کی اور یہ کہا کہ سبحان اللہ! ابو قحافہ کا بیٹا اور رسولِ خدا کے ہوتے امام بنے۔ لیکن پھر بہ مقتضائے الامر فوق الادب جب امتثالِ امر سے چارہ نہ دیکھا، مجبوراً امامت قبول کی۔ انھیں آداب کی بدولت صدیق اکبر پہنچے جس مرتبہ کو پہنچے۔

اور لکھا ہے کہ ایک روز امیر المومنین ابو جعفر مسجد نبوی میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مناظرہ کرتا تھا۔ امام نے کہا، اے امیر المومنین! اس مسجد میں پکار کے بولتا ہے، کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ جل شانہ نے بعضوں کو نصیحت کے طور پر فرمایا:

لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ---

اور بعضوں کی تعریف کی اور فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی ط---

اور بعضوں کی مذمت کی اور فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ہ---

اور تو جانتا ہے کہ رسولِ مقبول ﷺ کی حرمت اور تعظیم جو زندگی بھر کے لیے ہے اور اسی طرح قیامت تک باقی رہے گی۔ کیا خوب کہا ہے کہنے والے نے:

با خدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار

بیت!

محمد عربی کہ آبروئے ہر دوسرا است
کسے کہ خاکِ درش نیست خاک بر سر او

چوتھی علامت قرآن مجید اور فرقانِ حمید کی محبت اور تعظیم و تکریم ہے۔
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر لوگوں کے دل پاک ہو جاویں تو ہرگز قرآن کی تلاوت سے جی سیر نہ ہو:

جمالِ شاہد قرآں نقاب آں گاہ بکشاید
کہ دار الملک ایماں را بیابد خالی از غوغا

کوئی شے ایمان کی مضبوط کرنے والی قرآن پڑھنے اور قرآن سننے سے زیادہ نہیں۔
ایک بار آنحضرت ﷺ نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ میرے آگے قرآن میں سے کچھ پڑھ، عرض کیا، قرآن آپ پر نازل ہوا، آپ کی بدولت یہ نعمت ہم کو ملی، پھر آپ مجھ سے کس لیے پڑھواتے ہیں؟ فرمایا: مجھ کو دوسرے کی زبان سے سننا بھلا لگتا ہے۔ عبد اللہ پڑھنے لگے، معاً دل بھر آیا اور چشم مبارک سے آنسو جاری ہو گئے اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو بارہا اتفاق ہوتا تھا کہ ایک آیت قرآن کی پڑھی اور اس قدر بے تاب و بے خود ہوئے کہ زمین پر گر پڑے۔ دو دو روز گھر سے نہیں نکلتے، یہاں تک کہ لوگ بیماری کا گمان کر کے عیادت کو آتے ہیں۔ لکھا ہے کہ جب صحابہ کبار جمع ہوتے اور ان میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بھی ہوتے تو سب ان سے کہتے اے ابو موسیٰ! ہم کو خدا کی یاد دلا۔ سو! وہ قرآن پڑھتے اور صحابہ پر وجد کی حالت طاری ہو جاتی۔

پانچویں علامت کیا ہے؟ مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی اور ان پر شفقت کرنی اور ان کی مشکلوں میں کام آنا۔ تم نہیں جانتے کہ رسولِ پاک ﷺ کو اپنی امت کے حال پر کیا کچھ شفقت و عنایت تھی۔ امت کی خوشی میں خوشی تھی، امت کے رنج میں رنج تھا۔ دعا تھی

توامت کی نجات کی ،فکر تھا تو امت کی بھلائی کا۔اب اگر کوئی بندہ جناب رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی محبت کا دم بھرے اور امتِ محمدیہ کا خیر خواہ نہ ہو تو ہم اس کی محبت اور ارادت کو کس طرح مان لیں۔مثل مشہور ہے ''دوست کا دوست بھی دوست ہوتا ہے'' اور کیوں نہ ہو، عاشق کا منصب تو یہ ہے کہ جو شے معشوق کے ساتھ علاقہ رکھتی ہو، گو اس کے لیے موجبِ آزار ہو، یہ اس کو عینِ راحت سمجھے۔ وَ مَا أَحْسَنَ قَوْلَ الشاعر[۲۶]:

دوست دارم گرہے را کہ بکارم زدہ اند

کایں ہمانست کہ پیوستہ در ابروئے تو بود

چھٹی علامت یہ ہے کہ آدمی، جانور، درخت، پتھر،شہر، مسجد، کنواں اور اس کے سوا جس شے کو حضرت کے ساتھ کچھ بھی نسبت اور لگاؤ ہو، اس کی محبت اور تعظیم بعینہٖ آپ کی محبت اور تعظیم ہے۔جس نے اس میں کوتاہی کی وہ بے شک اس سے محروم رہا:

أُقَبِّلُ أَرْضًا سَارَ فِيهَا جَمَالُهَا

فَكَيْفَ بِدَارٍ دَارَ فِيهَا جَمَالُهَا [۲۷]

آپ جناب سیدہ رضی اللہ عنہا کے حق میں فرماتے ہیں:

''فاطمہ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے،اس کی خفگی بعینہٖ میری خفگی ہے''---[۲۸]

اور حسنین رضی اللہ عنہما کی شان میں فرماتے ہیں:

''الٰہی! میں ان کو دوست رکھتا ہوں تو بھی ان کو دوست رکھ، جو ان کا دوست ہے وہ میرا دوست اور جو میرا دوست ہے وہ خدا کا دوست ہے اور ان کا دشمن میرا دشمن ہے اور میرا دشمن خدا کا دشمن ہے''---

اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی نسبت فرماتے ہیں:

''میرا دوست وہی ہے جو ان کا دوست ہے اور میرا دشمن وہی ہے جو ان کا دشمن ہے،جس نے ان کو ستایا، مجھے ستایا اور جس نے مجھے ستایا خدا کو ستایا''---

اور فرمایا:

''انصار کی محبت ایمان کی نشانی ہے اور ان کے ساتھ دشمنی رکھنی نفاق کی علامت ہے''---[۲۹]

اور فرمایا:

''میرا دوست وہی ہے جو عرب کا دوست ہے اور میرا دشمن وہی ہے جو عرب کا دشمن ہے''---

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''واللہ! قرابت رسول کی مجھے کو اپنے اہل بیت سے زیادہ عزیز ہے''---

اور عبداللہ بن حسن بن علی، جن کو عبداللہ محض کہتے ہیں، فرماتے ہیں:

''میں عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے پاس ایک کام کو گیا، عمر نے کہا جب تم کو کچھ ضرورت ہوا کرے تو لکھ بھیجا کرو۔ مجھ کو شرم آتی ہے کہ خدا تم کو میرے دروازے پر دیکھے''---

اور روایت ہے کہ زید بن ثابت انصاری کاتب وحی رضی اللہ عنہ نے اپنی ماں کے جنازہ پر نماز پڑھی، پھر ان کی سواری کے لیے اونٹ آیا تو ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے رکاب تھام لی۔ زید نے کہا، یا ابن عمّ رسول! آپ رکاب چھوڑ دیں۔ فرمایا، ہم کو حکم ہے کہ علماء کے ساتھ اسی طرح پیش آئیں۔ زید نے اُن کا ہاتھ چوم لیا اور کہا کہ ہم کو حکم ہے کہ اپنے نبی کی اہلِ بیت کے ساتھ اسی طرح پیش آئیں۔

اور روایت ہے کہ ابومخدورہ رضی اللہ عنہ کے موئے پیشانی اس قدر دراز تھے کہ جب وہ بیٹھتے اور ان بالوں کو کھول دیتے تو زمین تک پہنچتے۔ لوگوں نے پوچھا تم نے یہ بال اتنے کیوں بڑھا رکھے ہیں، کبھی کترواتے نہیں؟ کہا، ایک بار ان کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دست مبارک لگا تھا، تبرکاً ان بالوں کی حفاظت کرتا ہوں۔

اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں کچھ موئے مبارک رہتے تھے۔ ایک دن لڑائی میں مقابلہ کے وقت ٹوپی سر سے گر پڑی۔ انھوں نے اس ٹوپی کو خوب کھینچ کر سر سے باندھ لیا اور اس کام میں ان کو اتنی دیر لگی کہ کئی مسلمان شہید ہو گئے۔ صحابہ نے خالد سے اس فعل پر اعتراض کیا۔ وہ بولے میں نے یہ حرکت کچھ اپنی ٹوپی کے بچاؤ کے واسطے نہیں کی، بلکہ اس میں کچھ موئے مبارک تھے۔ مجھے ڈر ہوا کہ مبادا مشرکین کے ہاتھ پڑ جائیں اور میں ان کی برکت سے محروم رہ جاؤں۔

اور لوگوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انھوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بیٹھنے کی جگہ ہاتھ پھیرا اور منہ کو مل لیا۔

اور روایت ہے کہ اسماء بنت ابی بکر نے ایک جبہ طیالسی نکالا اور کہا کہ اس کو پیغمبر خدا نے پہنا ہے اور ہم واسطے شفا کے اس کا دھوون بیماروں کو پلاتے ہیں۔

اور لکھا ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مدینہ منورہ میں سوار ہونا بالکل چھوڑ دیا تھا اور کہتے تھے کہ مجھ کو خدا سے شرم آتی ہے کہ جو زمین رسولِ خدا کی آرام گاہ ہو اور جس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پائے مبارک رکھا ہو، میرا گھوڑا اس کو پے سپر [۳۰] کرے اور سب گھوڑے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو دے دیے تھے۔ لکھا ہے کہ ایک شخص مدینہ منورہ میں بہت ممتاز اور صاحبِ قدر و منزلت تھا، اس نے کہیں وہاں کی خاکِ پاک کو ردّی کہہ دیا تھا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ دیا کہ اس کے تین درّے لگانے چاہییں اور قید کرنا چاہیے۔ لمؤلفہ

اگر نصیب ہو طیبہ میں جا کے شربتِ مرگ
پیوں نہ آبِ بقا عمر جاوداں کے لیے
اگر بقیع میں گز بھر زمیں میسر آئے
کروں نہ طولِ عمل روضۂ جناں کے لیے
سمایا اس کا جو نقشِ قدم تصور میں
ہجومِ شوق میں بوسے کہاں کہاں کے لیے
نبی کا نام ہو وردِ زبان ، رہے جب تک
سخن زبان کے لیے اور زبان دہاں کے لیے
یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا
عَلٰی نَبِیِّكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

مناجات

الٰہی! تیرا کرم وسیع، تیری عنایت شامل، تیرا فضل تمام، تیرے ہاتھ کشادہ، تیرا ملک بے زوال، تیرے خزانے بے حساب، تیری نعمتیں سرمدی، تجھ سے کیا کیا مانگے اور کہاں تک مانگے۔ تجھ سے دولتِ کونین پر راضی ہونا ایسا جیسے بحرِ قلزم سے پیاسا پھرنا۔ تجھ سے دُنیا اور آخرت مانگنی ایسی جیسے خوانِ نعیما سے بھوکا اُٹھنا، تیرا گدا نہیں جو ہفت اقلیم کی سلطنت پر لات نہ مارے۔ تیرا بھوکا نہیں جو نعیم جنت کے لیے ہاتھ پسارے۔ جس نے تجھ سے تیرے سوا آرزو کی، اس نے

آرزو کرنی نہ جانی، جس نے تیرے ہوتے عرش اور مَا دُوْنَ الْعَرْش پر خاک نہ ڈالی، اُس نے تیری قدر نہ پہچانی:

آں چہ خواہند و بیابند نخواہند آں را
ویں سخن شمہ از ہمت درویشاں است

الٰہی! اگر ظرفِ مختصر میں دریائے بیکراں نہیں سماتا تو ہمارے حوصلے فراخ کر۔

الٰہی! اگر زمینِ شور میں ابرِ فیض رساں اپنا رنگ نہیں جماتا، تو ہم کو جوہر قابل دے:

زمیں گر نا سزد دل عار داری
کرم بسیار و دل بسیار داری

الٰہی! جس طرح اپنے شریک کو صفحۂ امکان سے مٹایا اسی طرح نقشِ غیر ہماری لوحِ خاطر سے محو فرما۔ الٰہی! جس طرح ستاروں کو سورج کی روشنی میں کھپایا، اُسی طرح ہم کو انوارِ ذات میں مضمحل کر۔ الٰہی! وہ جلوہ دکھا جس کا حجاب اسی کی یکتائی ہے، جس کی اوٹ دیدۂ تماشائی ہے، جو علم و ادراک کے پردوں میں مستور ہے، جس کا منشاء خفا غایتِ ظہور ہے، جس کے طالب کو وصول سے قطع نظر ہے، جس کو ملنا حوصلۂ توقع سے باہر ہے، جو تقریر میں نہ آئے، جو تحریر میں نہ سمائے:

وہ مانگتا ہوں جس کے بیاں سے زباں ہے لال
اے وائے گر روا نہ ہو مطلب فقیر کا

وَ لَکَ الْحَمْدُ عَلَی الْاِتْمَامِ وَ الْمِنَّۃُ وَ الصَّلٰوۃُ عَلٰی رَسُوْلِکَ مُحَمَّدٍ شَفِیْعِ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ وَ عَلٰی آلِہِ النَّاصِحِیْنَ لِاُمَّتِہٖ وَ أَصْحَابِہِ الْکَاشِفِیْنَ عَنْھَا الْغُمَّۃَ ---فقط

حوالہ جات

۱......اے واعظ! تو طوبیٰ کے سائے کی بات چھوڑ دے، کیونکہ یہاں حضرت محمد ﷺ کے قد مبارک کی بات ہو رہی ہے۔

۲......اور اللہ ہی کے لیے کہنے والے کی خوبی ہے۔

۳...... أخرجه الترمذی فی السنن، کتاب الزهد، باب فی قول النبی صلی الله علیه

و آله وسلم لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلاً، الرقم :۲۳۱۲

۴...... کنز العمال، رقم :۳۱۸۹۵

۵......کانوں کی لو ۶......پگھلی ہوئی چاندی

۷......پیٹ پر سینے سے ناف تک بالوں کی سیدھی لکیر، جو طول میں ہوتی ہے۔

۸......موٹا، فربہ ۹......اس پر، مزید براں، اس کے باوجود

۱۰......اس (مدینہ منورہ) کی صبح کی ہوا رسول اللہ ﷺ کی خوشبو سے معطر ہوئی، مشک، کافور، صندل اور تازہ پھل کی کیا حیثیت ہے؟

۱۱......التوبۃ، ۹:۲۴ ۱۲......الشوریٰ، ۴۲:۲۳

۱۳......صحیح بخاری، ح ۱۵ ۱۴......مسند احمد، ح ۱۸۰۴۷

۱۵...... الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی، القسم الثانی، الباب الاوّل، فصل فیما روی عن السلف و الائمۃ، الجزء الثانی، ص۲۲

۱۶......النساء، ۴:۶۹ ۱۷......صحیح بخاری، ح ۶۷۸۰

۱۸...... أخرجه ابن سعد فی الطبقات الکبری، ج ۲، ص ۵۶

۱۹...... الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی، القسم الثانی، الباب الثانی، الفصل الثالث ما روی عن السلف و الائمۃ، الجزء الثانی، ص۵۳

۲۰......سیرۃ ابن ہشام، باب غزوۃ احد، ج ۲، ص ۹۹

۲۱...... آل عمرٰن، ۳:۳۱ ۲۲...... کنز العمال، رقم :۱۸۲۹

۲۳...... الفتح، ۴۸:۸-۹ ۲۴...... الحجرات، ۴۹:۲-۳

۲۵...... الحجرات، ۴۹:۴-۵ ۲۶......کیا خوب کہا ہے کسی شاعر نے

۲۷......میں اس سرزمین کو بوسہ دے رہا ہوں جس میں آپ کا جمال چل پڑا تھا، تو اس گھر کا کیا حال ہے جس میں آپ کے جمال نے چکر لگایا ہے؟

۲۸......صحیح بخاری، رقم :۳۴۱۷ ۲۹......صحیح بخاری، رقم :۳۷۸۳

۳۰...... پاؤں سے روندا ہوا، پائمال



مسلمان کی متاع ---حیا اور ایمان

ابنِ آدم

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ لَا یَفْتِنَنَّکُمُ الشَّیْطٰنُ کَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَیْکُمْ مِّنَ الْجَنَّۃِ یَنْزِعُ عَنْھُمَا لِبَاسَھُمَا لِیُرِیَھُمَا سَوْاٰتِھِمَا ؕ اِنَّہٗ یَرٰکُمْ ھُوَ وَ قَبِیْلُہٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَھُمْ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَآءَ لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۷﴾---[الاعراف]

''اے بنی آدم! (دیکھو اب) شیطان تمہیں فتنہ میں نہ ڈالنے پائے جیسے کہ تمہارے والدین کو اُس نے جنت سے نکلوا دیا تھا (اور) اُس نے اُتروا دیا تھا اُن سے اُن کا لباس، تاکہ اُن پر عیاں کردے اُن کی شرم گاہیں۔ یقیناً وہ اور اُس کی ذرّیت وہاں سے تم پر نظر رکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں دیکھ نہیں سکتے۔ ہم نے تو شیاطین کو اُن لوگوں کا دوست بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے''---

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

اِنَّ لِکُلِّ دِیْنٍ خُلُقًا، وَ خُلُقُ الْاِسْلَامِ الْحَیَاءُ---[موطا امام مالک]

''ہر دین کا ایک امتیازی وصف ہے اور اسلام کا امتیازی وصف حیا ہے''---

حیا کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ انسان پر بہت مہربان ہے اور وہ چاہتا ہے کہ انسان دوزخ کے عذاب سے بچ جائے اور جنت میں نعمتوں سے لطف اندوز ہو۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کے نفس میں ایک ایسی قوت رکھ دی ہے جس کی وجہ سے وہ خیر اور اصلاح کے کاموں کی طرف پیش قدمی کرتا ہے اور شر اور بُرائی سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس قوت کا نام ''حیا'' ہے۔ حیا کے مختلف درجات ہیں اور اس کا کامل ترین درجہ یہ ہے کہ انسان اپنے خالق سے حیا کرے، یعنی وہ انسان کو ایسی جگہ موجود نہ پائے جہاں قدم رکھنے سے اُس نے منع کیا ہے اور اس جگہ اسے غیر حاضر نہ پائے جہاں حاضر ہونے کا اُس نے اسے حکم دیا ہے۔

آیئے! چند آیاتِ قرآنی اور احادیثِ مبارکہ کے آئینے میں اپنا محاسبہ کریں:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۙ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ---[النور:۱۹]

''بے شک جو لوگ چاہتے ہیں کہ اہلِ ایمان میں بے حیائی کا چرچا ہو، اُن کے لیے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے''---

بے حیائی کی ایک جھوٹی خبر کی اشاعت اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس قدر بڑا جرم ہے، تو سوچیے کہ آج کل ذرائع ابلاغ کے ذریعے دن رات جو بے حیائی پھیلائی جا رہی ہے، اللہ کے نزدیک یہ کس قدر بڑا جرم اور گناہ ہوگا!

وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَ سَآءَ سَبِیْلًا ﴿۳۲﴾---[بنی اسرائیل]

''اور زنا کے قریب بھی مت جاؤ، یقیناً وہ بہت بے حیائی کا کام ہے اور بہت ہی بُرا راستہ ہے''---

یعنی ہر وہ کام جو زنا اور بے حیائی کی طرف جانے والا ہو، اس سے بھی بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ---[الاعراف:۳۳]

''کہہ دیجیے: میرے رب نے علانیہ اور پوشیدہ بے حیائی کو حرام قرار دیا ہے''---

بے حیائی میں عریانی، بدکاری، حیا سوز فلمیں اور ڈرامے، نیم برہنہ لباس، بے پردگی، تقریبات میں جسم کی نمائش، عورتوں اور مَردوں کی مخلوط محفلیں، سب شامل ہیں۔

احادیثِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

اِنَّ الْحَیَاءَ وَ الْاِیْمَانَ قُرَنَاءَ جَمِیْعًا ، فَاِذَا رُفِعَ اَحَدُھُمَا رُفِعَ الْآخَرُ---

[صحیح الجامع:۱۶۰۳]

''حیا اور ایمان لازم وملزوم ہیں، جب ان میں سے کسی ایک کو اٹھایا جاتا ہے تو دوسرا خود بخود اُٹھ جاتا ہے''---

اِذَا لَمْ تَسْتَحْیِیْ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ---[صحیح البخاری:۳۴۸۳]

''جب تم میں حیا نہ رہے تو جو جی چاہے کرو''---

مَا کَانَ الْفُحْشُ فِی شَیْءٍ اِلَّا شَانَہٗ وَ مَا کَانَ الْحَیَاءُ فِیْ شَیْءٍ اِلَّا زَانَہٗ---[سنن الترمذی:۱۹۷۴]

''بے حیائی جس شے میں بھی ہوتی ہے، اسے عیب دار بنا دیتی ہے اور حیا جس شے میں بھی ہوتی ہے، اسے خوب صورت بنا دیتی ہے''---

.... لَمْ تَظْھَرِ الْفَاحِشَۃُ فِی قَوْمٍ قَطُّ حَتّٰی یُعْلِنُوْا بِھَا اِلَّا فَشَا فِیْھِمُ الطَّاعُوْنُ وَ الْاَوْجَاعُ الَّتِیْ لَمْ تَکُنْ مَضَتْ فِی اَسْلَافِھِمُ الَّذِیْنَ مَضَوْا............---[سنن ابن ماجہ:۴۰۱۹]

''............ جب کسی قوم میں علانیہ طور پر بے حیائی فروغ پا جائے تو ان پر طاعون کو مسلط کر دیا جاتا ہے اور ایسی (نت نئی) بیماریوں میں مبتلا کر دیا جاتا ہے جو پچھلی قوموں میں پیدا نہیں ہوئیں............''---

اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ ، وَالْاِیْمَانُ فِی الْجَنَّۃِ ، وَ الْبَذَاءُ مِنَ الْجَفَاءِ ، وَ الْجَفَاءُ فِی النَّارِ---[سنن الترمذی:۲۰۰۹]

''حیا ایمان کا حصہ ہے اور اہلِ ایمان جنت میں ہوں گے، جب کہ بے حیائی ظلم ہے اور ظالم جہنم میں جائیں گے''---

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم الْمُتَشَبِّهِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ، وَ الْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ---[صحیح البخاری: ۵۸۸۵]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے لعنت فرمائی اُن مَردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں اور اُن عورتوں پر بھی (لعنت فرمائی) جو مَردوں کی مشابہت اختیار کریں (یعنی شکل وصورت، وضع قطع اور لباس وغیرہ میں)''---

.... وَ نِسَاءٌ کَاسِیَاتٌ عَارِیَاتٌ، مُمِیْلَاتٌ مَائِلَاتٌ، رُؤُوْسُھُنَّ کَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ، لَا یَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ، وَ لَا یَجِدْنَ رِیْحَھَا، وَ إِنَّ رِیْحَھَا لَیُوْجَدُ مِنْ مَسِیْرَةِ کَذَا وَ کَذَا---[صحیح الجامع: ۳۷۹۹/ صحیح مسلم: ۲۱۲۸]

''............اور وہ عورتیں جو کپڑے پہننے کے باوجود برہنہ ہوتی ہیں، مَردوں کی طرف مائل ہونے والی اور انہیں اپنی طرف مائل کرنے والی--- اُن کے سر بختی اونٹوں کی کوہان جیسے اونچے ہوں گے--- وہ نہ جنت میں داخل ہوں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو پا سکیں گی، حالانکہ جنت کی خوشبو تو سیکڑوں میل کی مسافت سے آتی ہے''---

کپڑے پہننے کے باوجود عریاں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کپڑے اس قدر باریک اور تنگ ہوں کہ اُن سے بدن نظر آئے یا جسم کے خدوخال نمایاں ہوں۔

دورِ حاضر

آج انسان نے مادّی اعتبار سے تو بہت ترقی کر لی ہے لیکن روحانی واخلاقی اعتبار سے بڑی تیزی کے ساتھ ذِلت اور پستی کی طرف جا رہا ہے۔ بے حیائی، عریانی وفحاشی کو فیشن، آرٹ، کلچر، جدت پسندی اور آزادی کا نام دے دیا گیا ہے اور اس مادر پدر آزادی پر

ایوارڈ دیے جا رہے ہیں۔ ہندوانہ اور مغربی تہذیب ہمارے مسلمان گھرانوں اور معاشروں میں نہ صرف بڑی تیزی کے ساتھ سرایت کرتی جا رہی ہے بلکہ عوام الناس کی بھی اس معاملے میں حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ ہمارے دولت مند طبقہ میں پردہ اور حیا کو قدامت پسندی، دقیانوسیت اور جہالت کی علامت سمجھا جاتا ہے۔

فحاشی کی اشاعت

آج کل بے حیائی کو بڑے منظّم انداز میں پھیلایا جا رہا ہے۔ پرنٹ و الیکٹرانک میڈیا اور سوشل میڈیا کے ذریعے بے حیائی کو جدیدیت، کلچر، بسنت، ویلنٹائن ڈے، کیٹ واک، میراتھن ریس، روشن خیالی، +LGBTQ، ٹرانس جینڈر اور بون فائر جیسے دل فریب ناموں کے ساتھ پاکستانی معاشرے میں پھیلایا جا رہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ فحش اور بے ہودہ لٹریچر، اشتہارات، سنسنی خیز خبریں اور سکینڈلز، میوزیکل پروگرامز، مخلوط اور ترقی پسند تعلیمی ادارے اور مساواتِ مَرد وزن کے نعرے ہمارے معاشرے میں ایسے عوامل ہیں، جو براہِ راست شرم وحیا کو متاثر کرنے کا سبب بن رہے ہیں۔

بے حیائی کو ختم کرنے اور حیا کے فروغ کے لیے ہماری ذمہ داری اور عملی اقدامات

قرآن مجید نے واضح طور پر بیان کیا ہے کہ اس اُمت کے خیرِ اُمت ہونے کی وجہ ہی اچھے کاموں کو فروغ دینا اور بُرائی سے روکنے کی ذمہ داری ہے۔ آج اس ذِمہ داری کو پورا کرنے کے لیے بے حیائی کے اس سیلاب کے خلاف بند باندھنے کی اشد ضرورت ہے۔ اگر واقعی ہمارے اندر بُرائی سے نفرت اور خیر کے کام کرنے کا جذبہ بیدار ہے تو ہمیں دنیا و آخرت میں کامیابی کے لیے شرم وحیا کے فروغ کی خاطر انفرادی اور اجتماعی سطح پر درج ذیل اقدامات کرنا ہوں گے جس کا آغاز الاقرب فالاقرب کی بنیاد پر اپنی ذات اور اپنے گھر سے ہوگا۔

اسلامی معاشرہ کے قیام کے لیے درج ذیل اقدامات لازمی ہیں:

1. ستر وحجاب کے احکامات کے مطابق لباس زیبِ تن کیا جائے۔
2. مخلوط محافل اور رسومات میں شرکت سے اجتناب اور شرعی پردہ کا اہتمام کیا جائے۔
3. غضّ بصر، یعنی نظر کی حفاظت کو یقینی بنایا جائے۔
4. فحش گفتگو نیز نامحرم سے اختلاط سے اجتناب کیا جائے۔
5. موبائل اور انٹرنیٹ کا صرف کارآمد اور ضروری استعمال کیا جائے۔
6. مملکتِ خداداد پاکستان میں LGBTQ+ اور ٹرانس جینڈر قانون جیسی خرافات کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ حکومت اس بے ہودہ ایجنڈے کی بیخ کنی کے لیے عملی اقدامات کرے۔
7. مین سٹریم اور سوشل میڈیا فحاشی کی تشہیر میں سرفہرست ہیں لیکن جب اِس کے نتیجہ میں کوئی بدکار انسان کسی بچی یا بچے کے ساتھ درندگی کا مظاہرہ کرتا ہے تو یہی میڈیا چیخ و پکار کرتا ہے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ میڈیا پر فحاشی کی تشہیر کو روکا جائے۔
8. میڈیا کی اصلاح انتہائی ضروری ہے، لہٰذا میڈیا کی اصلاح کے قوانین بنانے کے لیے آواز بلند کی جائے۔

یاد رکھیں! اُمتِ مسلمہ آج بھی اگر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی میں مصروف ہو جائے، شرم وحیا کو اپنا زیور بنا لے اور اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لے تو کچھ بعید نہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ مسلمانوں کو اُن کی کھوئی ہوئی قدر ومنزلت دوبارہ عطا فرما دے۔

بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ:

کی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح وقلم تیرے ہیں!

اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ ہم سب مسلمانوں کو ہمارا دینی فریضہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یا ربّ العالمین!

[بشکریہ ماہنامہ میثاق، لاہور]



تبصرۂ کتب

تبصرہ کے لیے کتاب کے دو نسخے آنا ضروری ہیں

زاد المتقین فی سلوک طریق الیقین

فنا فی الرسول، محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار برصغیر کے جلیل القدر مشائخ میں ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیثِ مبارکہ کی توضیح وتشریح اور اشاعت وترویج کی جو گراں قدر خدمات انھوں نے انجام دیں، اہلِ علم سے مخفی نہیں۔ درس نظامی کے نصاب میں حدیث شریف کی معتبر ومتداول کتاب ''مشکوٰۃ المصابیح'' کی فارسی اور عربی میں کئی مجلدات پر مشتمل معرکۃ الآراء شروح کے علاوہ اخبار الاخیار، شرح فتوح الغیب، مدارج النبوۃ وغیرہ تصانیف، ان کے علمی و تحقیقی مقام ومرتبہ پر شاہد عادل ہیں۔ ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ باطنی علوم سے آراستہ، عشقِ رسول کی لازوال دولت سے مالا مال، صاحبِ علم وعرفان اور صاحبِ حضوری تھے۔ علوم متداولہ کی تحصیل کے بعد ۳۸ رسال کی عمر میں حج وزیارت اور اعلیٰ تعلیم کے لیے حجازِ مقدس کا رخ کیا، جہاں ان دنوں جیدار بابِ علم ومعرفت مسند تدریس پر جلوہ افروز تھے۔ حضرت محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے بہت سے علماء سے مستفید ہوئے، خصوصاً مصنف کنز العمال حضرت علی متقی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ وتلمیذ رشید حضرت شیخ عبدالوہاب متقی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کم وبیش دو سال تک رہ کر ظاہری و باطنی فیض حاصل کیا، تفسیر، حدیث اور تصوف کی کتابیں پڑھیں اور سلاسل قادریہ، چشتیہ، شاذلیہ وغیرہ میں خلافت سے بہرہ یاب ہوئے۔

حجازِ مقدس کے قیام کے دوران میں حضرت محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ متعدد علماء، فقہاء، محدثین، مشائخ اور صلحاء وصوفیہ کی زیارت وصحبت سے مستفیض ہوئے، ان سب حضرات کے احوال ومناقب کو زیرِتبصرہ کتاب زاد المتقین میں جمع کیا۔ فارسی زبان میں لکھی گئی اس کتاب میں عرب وعجم کے جید علماء وصوفیہ کے سبق آموز واقعات اور ہندوستان وعرب کے تاریخی، سیاسی، سماجی حالات کو عمدہ پیرائے میں قلم بند کیا ہے۔ ممتاز مصنف، مترجم جناب ڈاکٹر محمد نذیر رانجھا حفظہ اللہ نے اس گراں قدر علمی کتاب کے مخطوط کی تصحیح وتحقیق کرکے پنجاب یونی ورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ موصوف نے انتہائی محنت، عرق ریزی اور قرینے سے تحقیقی کام سرانجام دیا ہے۔ آغاز میں مصنف کے احوال وآثار اور کتاب کی اہمیت وافادیت پر مبنی جامع مقدمہ اور آخر میں کتاب میں مندرج رجال واماکن کے حوالے سے تفصیلی تعلیقات لکھیں، نیز کتاب میں درج آیات واحادیث اور عربی، فارسی اشعار اور مصرعوں کی فہرست مرتب کردی ہے، جس سے کتاب کی افادیت میں بے حد اضافہ ہوا ہے۔ اس گراں قدر علمی وتحقیقی خدمت پر رانجھا صاحب بلاشبہہ لائقِ صد تبریک ہیں۔ صفحات: 480، پتا: دارالکتاب، 6-A، یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور، فون نمبر: 0300-8099774

دعا بعد نماز جنازہ

یہ استاذ العلماء، عمدۃ الفقہاء، بحرالعلوم حضرت مولانا ابوالحقائق محمد رمضان المحقق النوری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے، موصوف ان علماء راسخین میں سے تھے جن کا اوڑھنا بچھونا علم اور صرف علم تھا۔ وہ تعلیم وتربیت، تقویٰ وطہارت اور اصلاح وارشاد میں مکمل طور پر اپنے شیخ ومرشد حضرت فقیہِ اعظم مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ (۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء) کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ ان کا مزاج ومذاق حضرت سیدی فقیہِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کا جیتا جاگتا نمونہ تھا۔ آپ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کے مایۂ ناز فاضل اور حضرت سیدی فقیہِ اعظم قدس سرہ العزیز کے نظر پروردہ تھے۔

حضرت مولانا محمد رمضان المحقق النوری رحمۃ اللہ علیہ کو درس وتدریس کے ساتھ ساتھ تحریر وتقریر اور تصنیف وتالیف کا ملکہ بھی حاصل تھا، کسی بھی کتاب پر بطورِ مصنف آپ کا نام اس کتاب کی ثقاہت پر حرفِ آخر سمجھا جاتا ہے۔ مولانا موصوف کی ذات علمی دنیا کے لیے قیمتی سرمایہ کی حیثیت رکھتی تھی، وہ بیک وقت دنیائے تدریس کے عدیم النظیر معلم، آسمانِ تحقیق کے درخشندہ ستارے، مسندِ ارشاد پر فائز کامیاب مبلغ ومقرر، تصنیف وتالیف کے شعبے میں بہترین سکالر اور قابلِ قدر مصنف تھے۔ زیرِ نظر کتاب ''تحقیق الدعوۃ بعد الجنازۃ'' المعروف ''دعا بعد نماز جنازہ'' بھی آپ کے تحقیقی قلم کا شاہکار ہے۔

آپ نے اس میں نمازِ جنازہ کی تکبیروں اور بعد از نماز جنازہ دعا کے مسائل پر دلائل و براہین کا ایک سلسلہ قائم کیا ہے۔ مانعینِ دعا اگر بنظرِ انصاف مطالعہ کریں، تو سوائے تسلیم پیش نہ جائے۔

یہ کتاب دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کے شعبۂ تصنیف و تبلیغ ''انجمن حزب الرحمٰن'' کی طرف سے پہلی بار ۱۹۷۹ء میں شائع ہو کر مقبول خاص و عام ہوئی، اب اس پر ان کے پوتے فاضل جلیل حضرت علامہ مفتی محمد طیب نوری حفظہ اللہ نے تخریج و تسہیل و تحشیہ کا کام بڑی عرق ریزی سے سرانجام دیا ہے، جس سے کتاب کی اہمیت و افادیت میں بے حد اضافہ ہو گیا ہے۔

عزیز سعید مولانا محمد طیب نوری حفظہ اللہ، استاذ العلماء، جامع معقول و منقول، عمدۃ المدرسین، حضرت علامہ مفتی ابوالفیضان محمد عبد الرحمٰن نوری رحمۃ اللہ علیہ کے لائق فائق فرزند ارجمند اور تصنیف و تالیف اور تدریس و تبلیغ کا عمدہ ذوق رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل میں اضافہ فرما کر انہیں بیش از بیش علمی خدمات کی توفیق مزید عطا فرمائے اور مصنف کتاب حضرت محقق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اخروی مدارج میں ترقی عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلّی اللّٰہ علیہ و علٰی آلہ و صحبہ اجمعین

صفحات: 144، ناشر: نعیمیہ بک سٹال، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور، فون: 0300-4986439

ختم نبوت گولڈن جوبلی نمبر

عقیدۂ ختم نبوت کو اسلامی عقائد میں مرکزی حیثیت حاصل ہے، یہ امت کا اجماعی مسلمہ مسئلہ ہے جس پر قصرِ ایمان استوار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیین بنا کر بھیجا، اب قیامت تک کسی اور نبی کی گنجائش باقی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہر داعیٔ نبوت کذاب و دجال اور فتنہ پرداز ہے۔

انگریز کی سرپرستی میں مرزا غلام احمد قادیانی نے 1885ء میں مجددیت کا دعویٰ کیا، 1891ء میں مسیح موعود بن بیٹھا اور 1901ء میں مکمل نبوت کا دعویٰ کر کے وحدتِ ملی کو پارہ پارہ کرنے کی سعیٔ مذموم کی۔ اس شیطانی فتنہ کی سرکوبی کے لیے علماءِ اہلِ سنت نے تحریر و تقریر کے ذریعے مرزا کی زندگی اور اس کی موت (مئی 1908ء) کے بعد بھی بھرپور تعاقب جاری رکھا۔

اس سلسلے میں 1953ء میں بھرپور تحریک چلی، جو ریاستی تشدد کی وجہ سے وقتی طور پر دب گئی، مگر علماء کی کوششیں جاری رہیں، بالآخر سات ستمبر 1974ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا۔ اس کامیابی کو 50 سال مکمل ہونے پر اس سال (2024ء) گولڈن جوبلی کے موقع پر خصوصی تقاریب اور رسائل و جرائد کی خصوصی اشاعتوں کا اہتمام کیا گیا۔ زیر تبصرہ نمبر بھی اسی سلسلے کی ایک زرّیں کڑی ہے۔ اہلِ سنت کے محبوب صحافی ملک محمد محبوب الرسول قادری اپنے

سہ ماہی پرچے ''انوارِ رضا'' کے 60 کے لگ بھگ خصوصی نمبر شائع کر کے ایک تاریخ رقم کر چکے ہیں، زیرِ تبصرہ ضخیم نمبر ان 12 / ابواب پر مشتمل ہے: قرآنیات واحادیث، امتیازات، تحقیقات، تحریکات، ترمیمات، قانونیات، تعارفیات، تعاقبات، متفرقات، منظومات، تبرکات اور پیغامات۔ اس نمبر میں اگرچہ 1953ء کی تحریک کے حوالے سے کافی تشنگی محسوس ہوتی ہے، تاہم اس میں بہت سے اہم مقالات اور معلوماتی مضامین بھی شامل ہیں۔ اس خوبصورت مجلد اشاعت پر ملک محبوب الرسول قادری حفظہ اللہ کو ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہوئے دعا گو ہیں۔ صفحات 944، ہدیہ: 2400 روپے

حافظِ ایمان

ردّ قادیانیت پر ایک صدی قبل لکھی جانے والی یہ علمی کتاب بابو پیر بخش لاہوری (م 1972ء) کی تحریر کردہ ہے۔ بابو صاحب اگرچہ باقاعدہ عالم دین نہیں تھے، بلکہ محکمہ ڈاک سے وابستہ تھے، 1912ء میں ریٹائرمنٹ کے بعد انھوں نے اپنی زندگی جھوٹے داعیٔ نبوت کے رد کے لیے وقف کر دی اور اپنے ذاتی مطالعہ ومحنت سے مرزا قادیانی کے رد میں کئی مضامین اور کتب تالیف کیں، جو ''الادارۃ لتحفظ العقائد الاسلامیۃ'' کے زیر اہتمام عقیدۂ ختم نبوت نامی ضخیم کتاب کے 15 تا 17 تین جلدوں میں شائع ہو چکی ہیں۔ سولھویں جلد میں بابو پیر بخش کی زیرِ تبصرہ فارسی کتاب، جو انھوں نے 1925ء میں لکھی تھی، فارسی متن اور علامہ صاحبزادہ ابوالحسن واحد رضوی حفظہ اللہ کے ترجمہ کے ساتھ شامل ہے۔ اب یہی مفید کتاب اہلِ سنت کے نامور صحافی ملک محبوب الرسول قادری حفظہ اللہ نے متن وترجمہ سمیت سہ ماہی مجلّہ ''انوار رضا'' جوہر آباد کے ختم نبوت نمبر کے طور پر بڑے اہتمام سے شائع کر دی ہے، جو لائقِ مطالعہ ہے۔ محولہ نمبر میں کتاب مع ترجمہ کے علاوہ ختم نبوت اور عظمت وشانِ مصطفیٰ ﷺ کے حوالے سے کئی مفید مضامین بھی شامل ہیں۔ صفحات: 320، قیمت 1200 روپے۔ مذکورہ بالا دونوں نمبر درج ذیل پتا سے حاصل کیے جا سکتے ہیں:

انٹرنیشنل غوثیہ فورم، زاویہ قادریہ، راجا ٹاؤن جوہر آباد ضلع خوشاب، فون: 0321-9429027

سنی علماء دیاں پنجابی تقریراں

اہلِ سنت کے نامور، مخلص اور محنتی فاضل حضرت علامہ الحاج مولانا محمد جعفر ضیاء القادری حفظہ اللہ متعدد کتابوں کے مؤلف ہیں، وہ اہلِ سنت شاعروں کے متعدد نعتیہ مجموعے اور کئی نثری کتابیں شائع کر چکے ہیں۔ وہ اہلِ سنت کے نامور علماء وخطباء کی کئی اردو اور پنجابی تقریروں کے مجموعے ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے مرتب کر کے شائع کر چکے ہیں۔ زیرِ نظر دسواں حصہ ہے، جس میں

ماہِ رمضان المبارک کی مناسبت سے مؤلف کتاب کی اپنی تقریروں کے علاوہ علامہ عطاء المصطفیٰ جمیل، علامہ ضیاء اللہ قادری، علامہ ابوالبیان محمد سعید احمد مجددی کی تقریریں شامل ہیں۔

صفحات 496، ہدیہ 1500 روپے، ناشر: مکتبہ غوثیہ رضویہ دکان نمبر 4، محمود شہید روڈ بالمقابل شاہدرہ اسٹیشن لاہور، فون: 0333-4791219

عطیات صوفی مقصود حسین قادری

سفیر کتب، علمی ذوق کے حامل صاحبِ دل صوفی محمد مقصود حسین قادری اویسی نوشاہی حفظہ اللہ نے گزشتہ دنوں درج ذیل کتابیں بھجوائیں، جس پر ہم ان کے شکر گزار اور ان کے لیے دعا گو ہیں:

اقبال درِ مجدد پر

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کو شریعت وطریقت کے علوم اور تجدید و احیائے دین کے لیے نمایاں خدمات پر امتِ مسلمہ میں جو اہم مقام حاصل ہے، جو محتاج بیان نہیں۔ اسی طرح سیاسی وفکری طور پر امتِ مسلمہ خصوصاً اہلِ پاکستان کے لیے علامہ اقبال کی خدمات بھی لائقِ صد تحسین ہیں۔ زیرِ نظر کتابچہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں علامہ اقبال کے خراجِ تحسین اور محبت وعقیدت سے مملو خیالات کے حوالے سے علامہ ریاست علی مجددی حفظہ اللہ کا خوبصورت اور ایمان افروز ارمغانِ عقیدت ہے۔ صفحات: 112، ہدیہ 200 روپے

پتا: مکتبہ قادریہ نزد چوک میلادِ مصطفیٰ سرکلر روڈ گوجرانوالا، فون: 0300-6480336

رُودِ نور

کراچی کے ممتاز شاعر پروفیسر خیال آفاقی کی نعتیہ شاعری کا چوتھا مجموعہ زیرِ نظر ہے، ایک حمد اور متعدد نعتوں پر مشتمل ہے۔ صفحات 128، قیمت درج نہیں ہے۔

ناشر: مہر وندیر فاؤنڈیشن، 452/5 لیاقت آباد کراچی، فون نمبر: 0333-2035629

عقیدت کے پھول

معروف شاعر شکیل فاروقی کی حمد ونعت مشتمل یہ خوبصورت کتاب نعت ریسرچ سنٹر نے بڑے اہتمام سے شائع کی ہے۔ آغاز ہی میں ڈاکٹر عزیز احسن، ندیم صدیقی اور پروفیسر محمد منشا طاہر کے تاثرات ہیں۔ صفحات 82، قیمت 600 روپے:

پتا: نعت ریسرچ سنٹر، 306، بی بلاک، گلستان جوہر کراچی، فون نمبر: 0332-2668266



نقشہ اوقاتِ نماز برائے بصیر پور شریف ومضافات---ماہ نومبر

ابتداء وقتِ عشاء	غروبِ آفتاب (افطار) وقتِ مغرب	اخیر مثلِ دوم آغاز وقتِ عصر	اخیر مثلِ اوّل	ابتداء وقتِ ظہر	ضحوۂ کبریٰ	طلوعِ آفتاب، انتہائے فجر	صبح صادق، ابتدائے فجر وختم سحری	تاریخ
سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	-
6:38:08	5:19:03	3:41:18	2:55:23	11:48:14	11:07:04	6:18:01	4:56:51	1
6:37:27	5:18:13	3:40:31	2:54:46	11:48:12	11:07:00	6:18:48	4:57:31	2
6:36:46	5:17:25	3:39:46	2:54:10	11:48:12	11:06:56	6:19:36	4:58:12	3
6:36:07	5:16:38	3:39:02	2:53:35	11:48:13	11:06:53	6:20:23	4:58:53	4
6:35:29	5:15:52	3:38:19	2:53:01	11:48:14	11:06:51	6:21:11	4:59:34	5
6:34:53	5:15:08	3:37:37	2:52:27	11:48:16	11:06:49	6:21:59	5:00:15	6
6:34:18	5:14:24	3:36:56	2:51:55	11:48:20	11:06:48	6:22:48	5:00:57	7
6:33:45	5:13:43	3:36:17	2:51:24	11:48:24	11:06:48	6:23:37	5:01:38	8
6:33:13	5:13:02	3:35:39	2:50:54	11:48:29	11:06:49	6:24:26	5:02:20	9
6:32:43	5:12:24	3:35:02	2:50:25	11:48:35	11:06:50	6:25:15	5:03:02	10
6:32:14	5:11:46	3:34:26	2:49:57	11:48:41	11:06:53	6:26:04	5:03:45	11
6:31:47	5:11:10	3:33:51	2:49:31	11:48:49	11:06:56	6:26:54	5:04:27	12
6:31:22	5:10:36	3:33:18	2:49:05	11:48:57	11:07:00	6:27:44	5:05:09	13
6:30:57	5:10:03	3:32:47	2:48:41	11:49:07	11:07:05	6:28:34	5:05:52	14
6:30:35	5:09:32	3:32:17	2:48:18	11:49:17	11:07:11	6:29:25	5:06:35	15
6:30:14	5:09:02	3:31:48	2:47:57	11:49:28	11:07:17	6:30:15	5:07:18	16
6:29:54	5:08:34	3:31:21	2:47:36	11:49:40	11:07:25	6:31:06	5:08:01	17
6:29:36	5:08:07	3:30:55	2:47:18	11:49:52	11:07:33	6:31:56	5:08:44	18
6:29:20	5:07:42	3:30:31	2:47:00	11:50:06	11:07:42	6:32:47	5:09:27	19
6:29:06	5:07:19	3:30:08	2:46:44	11:50:20	11:07:52	6:33:38	5:10:11	20
6:28:52	5:06:57	3:29:47	2:46:29	11:50:35	11:08:03	6:34:28	5:10:54	21
6:28:41	5:06:37	3:29:28	2:46:16	11:50:51	11:08:15	6:35:19	5:11:38	22
6:28:31	5:06:19	3:29:10	2:46:04	11:51:08	11:08:28	6:36:10	5:12:21	23
6:28:23	5:06:03	3:28:54	2:45:53	11:51:25	11:08:41	6:37:01	5:13:05	24
6:28:16	5:05:48	3:28:39	2:45:44	11:51:43	11:08:56	6:37:51	5:13:48	25
6:28:11	5:05:35	3:28:26	2:45:36	11:52:02	11:09:11	6:38:41	5:14:32	26
6:28:08	5:05:23	3:28:15	2:45:30	11:52:22	11:09:27	6:39:32	5:15:15	27
6:28:06	5:05:14	3:28:05	2:45:25	11:52:42	11:09:44	6:40:21	5:15:58	28
6:28:06	5:05:06	3:27:57	2:45:22	11:53:03	11:10:01	6:41:11	5:16:42	29
6:28:07	5:05:00	3:27:51	2:45:21	11:53:24	11:10:20	6:42:00	5:17:25	30

● ...... **گھڑیاں درست رکھیں**



مشرقی سمت طلباء کے لیے درس گاہوں اور رہائشی کمروں کی تعمیرِ نو کا کام جاری ہے

دینی درد اور علوم اسلامیہ سے محبت رکھنے والے احباب کو
اس کارِ خیر میں حصہ ڈالنے کی دعوت دی جاتی ہے
آپ کے صدقات، زکوٰۃ، خیرات، غلہ جات، دیگر عطیات

آپ کے لیے صدقۂ جاریہ اور دنیا و آخرت
کی بھلائی کا ذریعہ بنیں گی۔ ان شاء المولیٰ تعالیٰ

نوٹ: عطیات کی رقم براہ راست بھجوائیں

(صاحب زادہ) محمد محب اللہ نوری
مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور شریف ضلع اوکاڑا

موبائل نمبر: 0300-4321088, 0345-7526622, 0306-5696666

Book No. 36 Serial No. 11
Nov-2024
Monthly "NOOR-UL-HABIB" Basirpur
Regd No. PS / CPL - 25
ISSN 1993-4238

43 واں سالانہ

عظیم الشان

عرس مبارک

فقیہِ اعظم

حضرت مولانا ابوالخیر مفتی محمد نور اللہ نعیمی قادری

2025ء

1-2 جنوری

بدھ - جمعرات

1-2 رجب المرجب ۱۴۴۶ھ

صدارت

جانشین فقیہ اعظم حضرت علامہ صاحبزادہ پیر مفتی محمد محب اللہ نوری قادری

پروگرام ان شاء اللہ

1 جنوری بروز بدھ

بعد نماز فجر: قرآن خوانی

9- بجے صبح: ختم دلائل الخیرات ختم غوثیہ غسل مزار شریف

نشست اول: بعد نماز ظہر 12:45 تا 4 بجے سہ پہر

نشست دوم: بعد نماز عشاء 7:30 تا 11:30 بجے شب

2 جنوری بروز جمعرات

بعد نماز فجر: قرآن خوانی

نشست اول: 8:30 تا 11:30 بجے دوپہر

نشست دوم: بعد نماز ظہر 12:45 تا 4 بجے سہ پہر

نشست سوم: بعد نماز عشاء 7:30 تا 1 بجے شب

شجرہ شریف ختم شریف

2 جنوری 1 بجے شب خصوصی دعا

86 واں سالانہ اجلاس

Youtube Thenoorigroup
LIVE Thenoorigroup

منجانب: بزم غلامان فقیہ اعظم پاکستان بصیرپور شریف ضلع اوکاڑہ

رابطہ نمبر: 0345-7526622 0306-5696666